﴾بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴿ ﴾......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴿(آل عمران:74) ﴾......عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴿ (بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 19 | جمعۃ المبارک 4؍مئی 2012ء | 12؍جمادی الثانی 1433 ہجری قمری ❁ 4؍ہجرت 1391 ہجری شمسی | شمارہ 18

بخشش کی ایک پُر اثر دعا

حضرت ہلالؓ بن یسار اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ استغفار پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

ترجمہ: مَیں اس سے بخشش طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ اور قائم ہے اور دوسروں کو زندہ اور قائم رکھتا ہے اور مَیں اسی کی طرف جھکتا اور توبہ کرتا ہوں۔ (ابو داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الاستغفار حدیث :1296)

﴾ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴿

سچا یقین اور کامل معرفت سے پُر ایمان ہرگز ہرگز میسّر ہی نہیں آ سکتا جب تک انبیاء کی سچی فرمانبرداری اور محبت اختیار نہ کی جاوے۔

گناہ سوز ایمان اور خدا کو دکھا دینے والا یقین بجز اقتداری اور غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیوں کے جو انسانی طاقت اور وہم وگمان سے بالاتر ہوں، ہرگز ہرگز میسّر نہیں آ سکتا۔

مشرق سے مغرب تک کوئی جگہ نہیں جہاں ہمارے نشانوں کی گواہی موجود نہ ہو مگر با ایں ہمہ ان لوگوں نے پروا نہیں کی۔

کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ مَیں انبیاء کو گالیاں دیتا ہوں۔ حالانکہ مَیں ان تمام انبیاء کی عزّت کرتا ہوں اور ان کی عظمت اور صداقت ظاہر کرنے کے واسطے ہی میری بعثت ہوئی ہے۔

’’تزکیۂ نفس بڑا مشکل مرحلہ ہے اور مدارِ نجات تزکیۂ نفس پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (الشمس:10) اور تزکیہ نفس بجز فضلِ خدا میسّر نہیں آ سکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا اٹل قانون ہے لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا (الفتح:24) اور اس کا قانون جو جذبِ فضل کے واسطے ہمیشہ سے مقرر ہے وہ یہی ہے کہ اتّباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاوے۔ مگر دنیا میں ہزاروں ایسے موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے ہیں، نیک اعمال بجالاتے ہیں، اعمالِ بد سے پرہیز کرتے ہیں۔ اصل میں ان کا مدّعا یہ ہوتا ہے کہ ان کو اتّباعِ رسول کی ضرورت نہیں۔ مگر یاد رکھو یہ بڑی غلطی ہے اور یہ بھی شیطان کا ایک بڑا دھوکہ ہے کہ ایسا خیال لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلامِ پاک میں تزکیہ اور محبت الٰہی کو مشروط باتّباعِ رسول رکھا ہے تو کون ہے کہ وہ دعویٰ کر سکے کہ مَیں خود بخود ہی اپنی طاقت سے پاک ہو سکتا ہوں۔ سچا یقین اور کامل معرفت سے پُر ایمان ہرگز ہرگز میسّر ہی نہیں آ سکتا جب تک انبیاء کی سچی فرمانبرداری اور محبت اختیار نہ کی جاوے۔ گناہ سوز ایمان اور خدا کو دکھا دینے والا یقین بجز اقتداری اور غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیوں کے جو انسانی طاقت اور وہم وگمان سے بالاتر ہوں، ہرگز ہرگز میسّر نہیں آ سکتا۔ دنیا اپنے کاروبارِ دنیوی میں جس استغراق اور انہماک سے مصروف ہوتی اور جیسی جیسی جانکاہ اور خطرناک مشکل سے مشکل کوششیں اپنی دنیا کے واسطے کرتی ہے اگر خدا تعالیٰ کی طرف بھی اسی طرح کی کوشش سے قدم اٹھاویں اور اس وقت جو ایک آسمانی سلسلہ خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کی طرف متوجہ ہوں تو ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ ان کے واسطے رحمت کے نشان دکھانے پر قادر ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ لوگ اس پہلو سے لاپرواہیں ورنہ دینی امور اور اعمال کیا مشکل ہیں۔ نماز میں کوئی مشکل نہیں۔ پانی موجود ہے، زمین سجدہ کرنے کے واسطے موجود ہے۔ اگر ضرورت ہے تو ایک فرماں بردار اور پاک دل کی جس کو محبّت الٰہی کی سچی تڑپ ہو۔ دیکھو اگر ساری نمازوں کو جمع کیا جاوے اور ان کے وقت کا اندازہ کیا جاوے تو شاید ایک گھڑی بھر میں ساری پوری ہو سکیں۔ آخر پاخانہ بھی جاتے ہیں۔ اگر اتنی ہی قدر نماز کی ان لوگوں کے دلوں میں ہو تو بھی یہ نماز کو ادا کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس اسلام اس وقت بہت خطرے میں ہے اور مسلمان درحقیقت نورِ ایمان سے بے نصیب ہیں۔ اگر کسی کو ایک مہلک مرض لگ جاوے تو کیسا فکر لگ جاتا ہے مگر اس روحانی جذام کی کسی کو بھی پروا نہیں جس کا انجام جہنم ہے۔

اصل میں ہمارے پاس آنا خدا کے حضور جانا ہے اور ہماری عزّت درحقیقت خدا اور رسول کے کلام کی عزّت ہے۔ متواتر چھبیس سال ہوئے ہیں کہ اس نے ہمیں مامور کیا، مجدّد بنایا اور اصلاحِ مفاسدِ زمانہ کی غرض سے دنیا میں بھیجا۔ اور پھر یہی نہیں کہ صرف ہمارا زبانی دعویٰ ہو بلکہ اُس نے ساتھ ہی ساتھ اپنے ہزاروں زبردست نشان بھی دیئے۔ منہاجِ نبوت پر بھیجا مگر لوگوں نے پروا نہ کی بلکہ اُلٹا کافر کہا۔ اَکْفر کہا۔ دجّال کہا۔ حالانکہ جس خدا نے مجھے بھیجا اُس نے مجھے میری صداقت کے لئے نشان بھی ظاہر کئے۔ ایک نہیں، دو نہیں بلکہ ہزاروں نشان۔ دنیوی عدالتوں میں خواہ کتنا ہی سخت سے سخت مقدمہ ہو مگر دو تین گواہ گزرنے پر سزائے موت تک بھی دی جاتی ہے مگر یہاں تو ہزاروں لوگ ہیں جو ہمارے ان نشانات کے گواہ ہیں۔ مشرق سے مغرب تک کوئی جگہ نہیں جہاں ہمارے نشانوں کی گواہی موجود نہ ہو مگر با ایں ہمہ ان لوگوں نے پروا نہیں کی۔

گورنمنٹ کا ادنیٰ چپڑاسی وصولی لگان کے واسطے آ جاوے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرتا اور اگر کرے تو گورنمنٹ کا باغی ٹھہرتا ہے اور سزا پاتا ہے مگر خدائی گورنمنٹ کی لوگ پروا نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ سے آنے والے لاریب غربت کے لباس میں ہوتے ہیں۔ لوگ ان کو حقارت اور تمسخر سے دیکھتے ہیں۔ ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ (یٰسٓ:31) اللہ تعالیٰ سچا ہے وہ جھوٹ نہیں کہتا۔ وہ فرماتا ہے کہ آدم سے لے کر اخیر تک جتنے بھی نبی آئے ہیں ان تمام سے ہنسی ٹھٹھا کیا گیا ہے مگر جب وقت گزر جاتا ہے پھر لگتے ہیں تعریفیں کرنے۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ پر بھی قریباً دو سو علماءِ وقت نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ ابن جوزی جو محدّث وقت تھا اس نے ایک کتاب لکھی اور تلبیس ابلیس اس کا نام رکھا اور بہت کچھ تلخ اور ناز یبا الفاظ ان کے حق میں استعمال کئے۔ مگر ان کے دو سو برس بعد ان کو کیسا کامل اور باکباز صادق انسان مانا گیا اور کیسی قبولیت ہوئی، دنیا جانتی ہے۔ یہ صرف انہی پر نہیں بلکہ تمام اولیاء کے ساتھ یہی سلوک ہوتا چلا آیا ہے۔

غرض اسی منہاج پر مجھے بھی تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء نے کافر، دجّال، فاسق، فاجر وغیرہ کے خطاب دیئے ہیں اور کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ مَیں انبیاء کو گالیاں دیتا ہوں۔ حالانکہ مَیں ان تمام انبیاء کی عزّت کرتا ہوں اور ان کی عظمت اور صداقت ظاہر کرنے کے واسطے ہی میری بعثت ہوئی ہے۔ یقین جانو کہ اگر مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور مَیں ہی جھوٹا ہوں تو پھر تمام انبیاء میں سے کسی کی نبوت کو کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا ذکر کرنا گالیاں دینا ہے تو پھر سب سے پہلے جس نے حضرت عیسیٰؑ کو گالی دی وہ خدا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 574-573۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء

وفاقی شرعی عدالت میں

(مجیب الرحمن۔ ایڈووکیٹ)

(دوسری اور آخری قسط)

تائیدات وتصرّفاتِ الٰہی

دراصل سماعت کے دوران 14 دن سارے عرصہ میں ہی یہ احساس رہا کہ گویا اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کی ایک چادر ہمارے اوپر تنی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خاص فضل فرمایا کہ کسی موقع پر خِفّت نہیں اٹھانی پڑی۔

سماعت کے دوران ایسے متعدد مواقع پیش آئے کہ اچانک عدالت نے کوئی ایسا سوال کر دیا جس کے لئے ہم پہلے سے تیار نہیں تھے۔ ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ کی خاص تائید ونصرت کا احساس ہوا اور ایسے جواب پیش کرنے کی توفیق ملی کہ جس سے نہ صرف ہمارا اپنا ذہن مطمئن ہوا بلکہ عدالت اور دیگر سامعین بھی نمایاں طور پر متاثر نظر آئے۔

دو علماء جو شریعت کورٹ کے جج کے طور پر بیٹھے تھے ان کی ساری زندگی انہی تفاسیر کو پڑھنے پڑھانے پر گزری ہے اور یہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے ہر موقعہ پر یوں رہنمائی فرمائی کہ مسکت اور شافی طور پر ہر سوال کو حل کرنے کی توفیق ملی۔

نصرت الٰہی کے عجیب تصرّفات قدم قدم پر تجربہ میں آئے۔ ایک موقعہ پر مولانا قدوس قاسمی صاحب نے یہ کہا کہ روح المعانی کے حوالے کا ترجمہ جو میں نے کیا ہے وہ درست نہیں اور انہوں نے جو ترجمہ وہ درست سمجھتے تھے بیان کیا۔ انہیں جواباً یہ کہا گیا کہ جو ترجمہ آپ کر رہے ہیں وہ بھی درست ہوسکتا ہے لیکن جو ترجمہ مَیں نے پیش کیا ہے وہ اصل، درست اور انسب ترجمہ ہے۔ عجیب تصرف ایسا ہوا کہ رات کی تیاری میں جو حوالہ جات ترتیب دیئے گئے اس میں ترتیب ایسی واقع ہوئی کہ اگلا حوالہ جو میں نے پیش کیا اس سے اس امر کی تائید ہوتی تھی کہ میرا ترجمہ درست ہے اور جب میں نے وہ حوالہ پڑھا تو قاسمی صاحب نے تسلیم کیا کہ میرا ترجمہ درست تھا اور پھر اس بات پر خاموشی اختیار کر لی۔

بحث کے دوران بہت دلچسپ مراحل بھی آئے۔ خاکسار نے اپنے استدلال کی بنیاد سورۃ المائدہ کی دوسری آیت پر رکھی تھی۔ اس بارہ میں طویل بحث ہوئی اور ایسے مقامات آئے جس میں فریق مخالف کی طرف سے جواب دینے سے عاجزی اور دلائل کے میدان میں کمزوری اور کم مائیگی یوں کھل کر سامنے آئی۔

ہم نے جب اپنی درخواست دائر کی تو اس میں ہم نے سورۃ المائدہ کی آیت 3 وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (المائدہ 3:) پر انحصار کیا تھا اور اس وقت ہمارے پیش منظر وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کا مضمون بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ تیاری کے دوران جب آیت نکالی گئی تو اس آیت کے پہلے ٹکڑے نے خصوصیت سے ہماری توجہ کو کھینچا۔ یعنی یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ (المائدہ 3:) اور جب اس آیت کی شان نزول کے بارہ میں تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ فتح مکّہ کے بعد مشرکین مکّہ کی ایک جمعیت اپنے قربانی کی جانور ہانکتے ہوئے اپنے مشرکانہ انداز میں حج کے لئے روانہ ہوئے تو صحابہؓ نے روکنا چاہا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکّہ مسلمانوں کو حج سے روکنے کے مرتکب ہو چکے تھے اور بعض صحابہؓ نے یہ سمجھا کہ انہیں اب مشرکین مکّہ کو روکنے کا حق ہے تو اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ اور اس بارہ میں مفسرین کی آراء ہم نے پیش کیں جس میں تفہیم القرآن اور دیگر حوالے پیش کئے گئے۔ ہمارا استدلال اتنا قوی اور مضبوط تھا کہ جب جواب بن نہ آیا تو سرکاری وکیل سید ریاض الحسن گیلانی نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔

...... دوران بحث ایک موقعہ پر مولوی قدوس قاسمی صاحب نے ایک حوالہ کے شروع میں اس فقرہ کی طرف توجہ دلائی لَا یَصِحُّ اَذَانُ الْکَافِرِ کہ کافر کی اذان درست نہیں۔ تو خاکسار نے برجستہ یہ جواب دیا کہ لَا یَصِحُّ سے اگر یہ مراد ہو کہ کافر کی اذان درست نہیں یا مؤثر یا مقبول نہیں تو اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کافر کو اذان دینے سے روکا نہیں جاسکتا کیونکہ اگر روک دیا جاتا تو اس کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔

...... ایک موقعہ پر عبدالقدوس قاسمی صاحب نے یہ سوال بھی اٹھایا کہ کیا شعائر غیر مسلموں کے ساتھ مشترک بھی ہوسکتے ہیں؟ تو میں نے یہ عرض کیا جی ہاں ہوسکتے ہیں۔ داڑھی رکھنا، ختنہ کرانا مسلمانوں اور یہودیوں کے مشترکہ شعائر ہیں۔ اسلام تو آخری اور ترقی یافتہ دین ہے اس کے شعائر تو بہت سے مذاہب کے ساتھ مشترک ملیں گے۔ جس پر مولوی غلام علی صاحب نے یہ سوال کیا کہ اگر اصلی کرنسی کے بجائے کوئی جعلی کرنسی چھاپ دے جو ہوبہو اس جیسی ہو تو کیا یہ دوسرے کے شعائر کو غلط طور پر استعمال کرنا نہیں ہوگا۔ جس پر برجستہ یہ جواب دیا کہ اگر سعودی عرب کی کرنسی کا نام بھی ریال ہو اور عراق کی کرنسی کا نام بھی ریال ہو، تو وہ اپنی اپنی جگہ پر اسی طرح استعمال ہوسکیں گی اور کوئی انہیں جعلی نہیں کہے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ اذان کو کرنسی یا مادی امور کے ساتھ کوئی نسبت نہیں اور نہ یہ تشبیہ مناسب ہے۔ اذان میرا مذہبی طریقہ ہے۔ آپ کا بھی یہی طریق ہے۔ اس کو جعلسازی نہیں کہا جاسکتا بلکہ نیک کام میں تعاون اور اشتراک کی دعوت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

...... بحث کے دوران چیف جسٹس نے یہ سوال اٹھایا کہ تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ فتح مکّہ کے بعد کفار کو حج سے روک دیا گیا تھا اور چیف جسٹس نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ کسی تفسیر نے اس سوال کو حل کرنے کی کوشش نہیں کی کہ سورۃ توبہ کی آیت میں مشرکین کو حج سے روک دینے اور سورۃ المائدہ کی آیت میں مشرکین کو حج سے نہ روکنے کی جو ہدایت ہے اس سے نسخ واقع ہوا یا نہیں۔ اور چیف جسٹس نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس پر تحقیق کی جائے۔ فریقِ مخالف نے تو کوئی تحقیق نہ کی، ہم نے اس پر جو تحقیق کی تھی وہ پیش کی اور بتایا کہ بعض لوگوں نے نسخ مانا ہے اور امام سیوطیؒ نے درِ منثور میں یہ لکھا ہے کہ آیت کا صرف ایک حصہ وَلَآ آمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ (المائدہ 3:) کا ٹکڑا منسوخ ہوا ہے۔ اور متعدد ایسی روایات پیش کیں جن سے منسوخ نہ ہونے کا مضمون واضح ہوتا ہے۔ لیکن ہمارا کہنا یہ تھا کہ ناسخ ومنسوخ کی طویل بحث میں پڑے بغیر ہمارا استنباط باطل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس حصہ پر ہم نے بنیاد رکھی ہے اس کو ان لوگوں نے بھی منسوخ نہیں مانا جو نسخ کے قائل ہیں۔

...... دوران بحث رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے لفظ پر بحث جاری تھی کہ جسٹس غلام علی نے جن کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا اعتراض اٹھایا اور یہ مکالمہ ہوا۔

جسٹس غلام علی: یہ تو دعائیہ جملہ ہے یہ تو کسی کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے۔

مجیب الرحمٰن: مَیں تو یہی عرض کرتا ہوں کہ مجھے دعا کرنے دیں، ماننا تو خدا کے اختیار میں ہے مجھے اپنے بزرگوں کے لئے دعا کرنے کا حق ہے۔ اور دعا سے روکنا بندے اور خدا کے درمیان حائل ہونا ہے۔ دعا کو قابل تعزیر کیسے بنا سکتے ہیں۔

جسٹس قاسمی: آپ عربی میں دعا نہ کیا کریں۔

مجیب الرحمٰن: آپ دیکھیں بات کہاں تک پہنچ رہی ہے۔ کل شاید یہ بھی کہا جائے کہ عربی بھی نہ پڑھو حالانکہ ساری نماز عربی میں ہے یعنی مجھے یہ بھی کہا جائے گا کہ نماز بھی نہ پڑھو اس بات کے کتنے وسیع اثرات ظاہر ہو رہے ہیں اسی لئے ہمارا کہنا ہے کہ یہ قانون معقولیت کے دائرہ سے باہر ہے۔

...... ایک موقعہ پر خاکسار قرآن کریم کے حوالے سے بیان کر رہا تھا کہ قرآن کریم نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے معابد کیلئے مسجد کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور اس ضمن میں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 2 کا حوالہ دیا اور یہ بتایا کہ اس آیت میں بیت المقدس کو بھی مسجد کہا گیا اور عدالت کے روبرو ایسے حوالے پیش کیے کہ بیت المقدس کو Soloman's Temple کہا جاتا تھا اور اس آیت کے نزول کے وقت نہ مسجد حرام مسجد تھی، نہ مسجد اقصیٰ مسجد تھی۔ مسجد حرام میں تو 365 بتوں کی پرستش ہوتی تھی اور وہ بت خانہ بنا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ تو یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہ تھی۔ اس مرحلہ پر ایک دلچسپ مکالمہ جسٹس غلام علی اور خاکسار کے درمیان ہوا۔

جسٹس غلام علی: قبل از اسلام کے لوگ بھی تو مسلمان تھے۔

مجیب الرحمٰن: یہ تو ایک اور بحث نکل آئے گی۔ اس کا مطلب تو پھر یہ بھی ہوگا کہ یہودی بھی اذان دے لیا کریں۔

جسٹس عبدالقدوس قاسمی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے جانشین تھے آپؐ نے پہلی امتوں کے لئے مسجد کا لفظ منسوخ کر دیا۔

مجیب الرحمٰن: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبیوں کے جانشین نہیں بلکہ حَکَم اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کے لئے مسجد کا لفظ منسوخ کر دیا ہے تو پھر اور بات ہے لیکن اس کا بارِ ثبوت مخالف وکلاء کے سر ہے کہ کیا منسوخ کیا۔

چیف جسٹس: جہاں اور اُمّتوں کے معابد کو مسجد کہا گیا ہے وہاں یہ لفظ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس کے اصطلاحی معنے مروج ہو گئے ہیں۔

مجیب الرحمٰن: اس کی سند چاہیے۔ تاہم اگر آپ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اصطلاحی طور پر نہیں بلکہ لغوی طور پر مسجد کے لفظ کا استعمال درست ہے تو میرا مقصد اس سے حل ہو جائے گا۔ مجھے لغوی طور پر ہی استعمال کرنے دیں۔

عبدالقدوس قاسمی صاحب: مسجد کے لفظ کی اجازت نہ دینا تو ایسا ہی ہے جیسے ایک ڈرائیور اچھی گاڑی نہ چلا سکتا ہو اور اس کو گاڑی سے نکال دیا جائے کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ گاڑی چلا سکو۔

مجیب الرحمٰن: مَیں جس کے آگے سجدہ کر رہا ہوں اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مجھے قبول کرے یا ردّ کر دے۔ یہ تو کار کے مالک کا کام ہے کہ وہ ناقص ڈرائیور کو گاڑی چلانے دیتا ہے یا نہیں۔ کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں۔

اس کے بعد ہم نے عدالت پر یہ واضح کیا کہ قرآنی آیات سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ جہاں خدائے واحد کی عبادت کی جائے وہ مسجد ہے۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو جو موحدّ تھے مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی اجازت دی تھی۔

چیف جسٹس: عیسائی کتب میں کہیں مسجد کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔

مجیب الرحمٰن: ہمارے پاس تو سب تراجم ہی پہنچے ہیں عین ممکن ہے اصل عبرانی میں یہ لفظ موجود ہو۔

مَیں نے اپنے استدلال کی تائید میں تفسیر المنار کا حوالہ پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ مسجد کا لفظ ان لوگوں کے معابد کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے جو خالص بُت پرست ہیں۔ اس پر حسب ذیل مکالمہ عدالت میں ہوا۔

جسٹس قاسمی: کیا عدالت ان علماء کے حوالوں کی پابند ہے۔

مجیب الرحمٰن: یہ درست ہے کہ عدالت ان کی پابند نہیں لیکن یہ سب کتب احمدیہ مسلک کے وجود میں آنے سے قبل لکھی گئی ہیں اور ان کا قول اس لئے زیادہ معتبر ہے کہ وہ فریق نہیں تھے۔ اور آزادانہ علمی رائے رکھتے تھے۔ یہ تو درست ہے کہ عدالت ان کی رائے کی پابند نہیں تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ میری رائے کی تائید میں متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی سند موجود نہیں۔

گویا قدم قدم پر یہ نظارہ دیکھا گیا کہ عدالت نے کہیں قرآن کی آیت کو ہی منسوخ قرار دے دیا اور کہیں اپنے بزرگوں کے بارہ میں کہہ دیا کہ ہم ان حوالوں کے پابند نہیں۔ گویا پابندی نہ قرآن کی ہو رہی تھی نہ سنّت کی۔ صرف ازمنہ وسطیٰ کی فقہ اور فرسودہ روایات کی ہو رہی تھی۔

باقی صفحہ نمبر 12 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات، گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر194

بوادی سعید اَعمَر صاحب

مکرم بوادی سعید اَعمر صاحب لکھتے ہیں کہ:

میری پیدائش 7رمئی 1967ء کو الجزائر کے قبائلی صوبہ "تیزیوزو" کے علاقے "عزازق" میں ہوئی جو الجزائر کے دارالحکومت سے 137 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔مَیں نے اس علاقہ میں اپنی زندگی کے 30سال گزارے۔اسی علاقہ میں ہی مَیں نے ہائی سکول تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1987ء میں الجزائر یونیورسٹی میں جیالوجی میں داخلہ لیا۔

دینی علوم کی پیاس اور تشنہ سوالات

نوجوانی میں ہی میرا دین کی طرف رجحان تو بہت زیادہ تھا لیکن دینی علم اور سوجھ بوجھ کی کمی تھی۔اللہ تعالیٰ پر قوی ایمان تھا اور دینی علم حاصل کرنے کی خواہش بھی تھی۔ اس عرصہ میں دینی لحاظ سے میری اپنے نفس کے ساتھ ایک عجیب جنگ جاری تھی۔مَیں سوچتا تھا کہ ہماری شریعت ایک اور قرآن ایک ہے تو پھر اُمّت کیوں فرقوں میں بٹ گئی ہے اور فقہی اختلافات کیوں ہو گئے ہیں۔شیعوں کا امام مہدی بالکل اور شخصیت ہے جبکہ اہل سنت کا امام مہدی اَور کیوں ہے؟

اسلام میں ظاہر ہونے والی جملہ جہادی تنظیموں میں سے کوئی ایک بھی اپنے اہداف پورے کرنے میں کامیاب کیوں نہ ہوسکی؟ بلکہ اس کے برعکس انہیں ہزیمت اور شکست پرشکست کا ہی منہ دیکھنا پڑا اور ان کی جملہ کوششوں کا نتیجہ اُمّت کے لئے تفرقہ اور تباہی کی صورت میں ہی نکلا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے بدر کے موقعہ پر مسلمانوں کی نصرت نہیں کی تھی حالانکہ وہ تعداد وقوت میں بہت کم تھے؟

مَیں نے متعدد دینی پروگرامز میں علماء سے سنا کہ یہ زمانہ قربِ قیامت کا زمانہ ہے۔لیکن مجھے ان کی بات درست معلوم نہ ہوتی تھی کیونکہ قربِ قیامت میں تو عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونا تھا جبکہ میرے خیال میں نزول عیسیٰ کا زمانہ ابھی بہت دور تھا۔

نیز مسئلہ تخلیقِ آدم علیہ السلام کے بارہ میں بھی میرے کئی سوالات تھے مثلاً یہ کہ کیا آدم پہلا انسان تھا یا اس سے قبل کئی اور آدم بھی گزرے ہیں؟ کیونکہ آثار قدیمہ سے ملنے والے حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ آج سے پچاس ہزار سال بلکہ اس سے بھی پہلے انسان موجود تھا۔

یہ اور اس طرح کے کئی سوال میرے ذہن میں اٹک کے رہ گئے تھے لیکن ان کے بارہ میں مجھے کوئی معقول اور اطمینان بخش جواب نہ ملتا تھا۔جب بھی مَیں ان کے بارہ میں کسی سے سوال کرتا تو اس کا جواب بعض خرافانہ خیالات اور عجیب منطق کی صورت میں مجھے ملتا جسے کوئی صاحب عقل قبول نہیں کرسکتا تھا۔مَیں نے بھی ہمت نہ ہاری اور ان شکوک وشبہات کے معقول جواب ڈھونڈنے کی کوشش جاری رکھی۔مجھے یقین تھا کہ اُمّتِ مسلمہ کی یہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی اس لئے اُمّت جلد ہی ان مشکل حالات سے باہر نکل آئے گی۔

تبصرہ

مکرم بوادی سعید صاحب نے متعدد سوالات درج کئے ہیں جن میں سے بعض اہم ہیں جن کے بارہ میں وضاحت ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

اختلاف کسی حَکَم کو پکار رہا ہے

انہوں نے بیان کیا ہے کہ مَیں سوچتا تھا کہ ایک شریعت اور ایک قرآن ہونے کے باوجود تفرقہ اور اختلاف کیوں ہے؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ایک شریعت اور ایک قرآن، وحدت کی علامت ہے اور اس پر مضبوطی سے کاربند رہنے والوں کے لئے وحدت ویگانگت کی ضمانت دی گئی ہے۔اور یہی بات تفرقہ کی حقیقت کھول رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس وحدت کی ضمانت دینے والی تعلیم سے دوری لازمی اختلاف کا سبب ٹھہرے گی اور یہی بات اُمّت کو تقسیم کرنے کا سبب بنی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا خلاصہ یوں پیش فرمایا کہ: "اگر تزکیہ نفس اور اتباع سنت ان میں ہوتا تو اس قدر اختلاف اور جھگڑا کیوں ہوتا۔"

(ملفوظات جلد8 صفحہ 119)

نیز فرمایا: "ہمارے نزدیک تو یہ سب فرقے موجودہ صورت حالات میں اس تعلیم سے دُور ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے متعلق فرمائی۔"

(ملفوظات جلد10 صفحہ 375)

نیز فرمایا:

"قوم کے 73 فرقے ہو چکے ہیں یہ خود ایک حَکَم کو چاہتے ہیں ان تمام فرقوں میں ایسے ایسے اختلاف پڑے ہیں کہ ایک دوسرے کو تکفیر کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور ارتداد کا جرم ان میں سے ہر ایک کی گردن پر سوار ہے، حنفی وہابیوں کو اور وہابی حنفیوں کو جہنمی بتاتے ہیں۔شیعہ ان سب کو راہ راست سے بھٹکے ہوئے کہتے ہیں۔خارجی ہیں سو وہ شیعہ کی جان کے دشمن ہیں۔غرض ہر ایک فرقہ دوسروں کے خون کا پیاسا ہے اب ان میں اختلاف کو دور کرنے کے واسطے جو حَکَم آوے گا کیا وہ ان کی ساری باتوں کو مان لے گا؟ اگر ایسا کرے گا تو دوسرا ناراض ہو جاوے گا۔یہاں ہر ایک فرقہ یہی چاہتا ہے کہ میری اگر ساری باتیں وہ نہ مانے گا تو وہ خدا کی طرف سے نہ ہوگا۔غرض ہر ایک نے اس کے صدق کا معیار اپنے تمام عقائد کو مان لینا مقرر کیا ہوا ہے۔مگر کیا وہ ایسا ہی کریگا؟ ہرگز نہیں، بلکہ وہ ہر ایک راستی کا حامی اور ناراستی کا دشمن ہوگا اگر ایسا نہیں تو وہ حَکَم ہی کس کام کا ہوا؟ اور ایسے کی ضرورت ہی کیا ہے اس کے وجود سے عدم بہتر ہے۔" (ملفوظات جلد5 صفحہ 410-411)

جہاد کی تعلیم اور حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم خدمتِ اسلام

مکرم بوادی سعید صاحب نے بیان کیا کہ مَیں یہ بھی سوچتا تھا کہ جہاد کے نام پر قائم جماعتوں اور تنظیموں میں سے کسی کو بھی کامیابی کیوں نہ حاصل ہوئی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو بدر میں نہایت بے سروسامانی کی حالت میں مسلمانوں کی نصرت فرمائی تھی۔اس سلسلہ میں عرض ہے کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اگر اس زمانے میں مسلمانوں کے بعض فرقوں کے مزعومہ جہاد کا حکم ہوتا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے وسائل بھی مسلمانوں کو دیئے جاتے۔اب حالت یہ ہے کہ مسلمان ممالک اسلحہ اور سامان جنگ کے سلسلہ میں انہی دجالی اقوام کے دست نگر ہیں جو اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔جس کی نہایت مضحکہ خیز شکل یہ ہمارے سامنے آتی ہے کہ گویا مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ اپنے اور اسلام کے دشمن سے کہیں کہ ہمیں کچھ اسلحہ دے دیں کیوں کہ ہم نے آپ کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آخر بدر میں بھی تو اللہ تعالیٰ نے باوجود قلّتِ تعداد و اسباب کے مسلمانوں کی نصرت فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے جہاں مسلمانوں کو کفار کے ظلموں کا بدلہ لینے کے لئے قتال کی اجازت دی وہاں یہ بھی فرمایا کہ "إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ" یعنی اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے۔اب اگر اسلام کے نام پر ہر فرقہ ہی جہاد کے لئے اٹھ رہا ہے اور ہر ایک کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ وہ جہاد نہیں ہے جس کے ساتھ خدائی نصرت کا وعدہ ہے۔

تیسری بات جو کہ سب سے اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی بڑی غلطی تھی کہ جہاد کے معانی کو محض تلوار چلانے سے ہی تعبیر کر دیا گیا اور اس کے اعلیٰ مفاہیم کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔اور یہ بھی اُمّت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان ہے کہ آپ نے جہاد کی صحیح تعریف اور مفہوم بیان فرما کر امّت کو کئی قسم کے احساس گناہ سے نجات دی۔ اس کا مفصّل اور جامع بیان حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زبانی ملاحظہ ہو۔آپ فرماتے ہیں:

"آپؑ نے جہاد کی صحیح تعلیم دی۔لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ آپ نے جہاد سے روکا ہے۔حالانکہ آپ نے جہاد سے کبھی بھی نہیں روکا بلکہ اس پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں نے حقیقتِ جہاد کو بھلا دیا ہے۔اور وہ صرف تلوار چلانے کا نام جہاد سمجھتے رہے ہیں۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو گیا تو وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور کفر دنیا میں موجود رہا۔گو دنیا میں اسلام کی حکومت ہوگئی مگر دلوں میں کفر باقی رہا۔اور ان ملکوں کی طرف بھی توجہ نہ کی گئی جن کو اسلامی حکومتوں سے جنگ کا موقع نہ پیش آیا اس وجہ سے وہاں کفار کی حکومت رہی۔اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کفر اپنی جگہ پر پھر طاقت پکڑتا گیا اور بعض قوموں کی سیاسی برتری کے ساتھ ہی اسلام کو نقصان پہنچنے لگا۔اگر مسلمان جہاد کی یہ تعریف جانتے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے کہ۔**جہاد ہر اس فعل کا نام ہے جسے انسان نیکی اور تقوی کے قیام کے لئے کرتا ہے** اور وہ جس طرح تلوار سے ہوتا ہے اسی طرح اصلاح نفس سے بھی ہوتا ہے اور اسی طرح تبلیغ سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی ہوتا ہے، اور ہر ایک قسم کے جہاد کا الگ الگ موقع ہے، تو آج کا روزِ بد نہ دیکھنا پڑتا۔اگر اس تعریف کو سمجھتے تو اسلام کے ظاہری غلبہ کے موقع پر جہاد کے حکم کو ختم نہ سمجھتے بلکہ انہیں خیال رہتا کہ صرف ایک قسم کا جہاد ختم ہوا۔دوسری اقسام کے جہاد ابھی باقی ہیں اور تبلیغ کا جہاد شروع کرنے کا زیادہ موقع ہے۔اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ نہ صرف اسلام اسلامی ممالک میں پھیل جاتا بلکہ یورپ بھی آج مسلمان ہوتا اور اس کی ترقی کے ساتھ اسلام کو زوال نہ آتا۔غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے مواقع بتائے ہیں۔آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تلوار کا جہاد منع ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں شریعت کے مطابق کس جہاد کا موقع ہے اور خود بڑے زور سے اس جہاد کو شروع کر دیا ہے۔اور تمام دنیا میں تبلیغ جاری کردی ہے۔اب بھی اگر مسلمان اس جہاد کو شروع کردیں تو کامیاب ہو جائیں گے۔

اگر مسلمان سمجھیں تو آپ کا یہ فعل ایک زبردست خدمتِ اسلامی ہے اور اس کے ذریعہ سے آپ نے نہ صرف آئندہ کے لئے مسلمانوں کو بیدار کردیا ہے اور ان کے لئے ترقی کا راستہ کھول دیا ہے بلکہ **مسلمانوں کو ایک بہت بڑے گناہ سے بھی بچالیا ہے** کیونکہ گو مسلمان یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ زمانہ تلوار کے جہاد کا ہے لیکن اسے فرض سمجھ کر بھی اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ اور اس طرح اس احساس گناہ کی وجہ سے گناہگار بن رہے تھے۔اب آپ کی تشریح کو جوں جوں مسلمان تسلیم کرتے جائیں گے ان کے دلوں پر سے احساس گناہ کا زنگ اترتا جائے گا۔اور وہ محسوس کریں گے کہ وہ خدا اور اسکے رسول سے غداری نہیں کررہے تھے صرف نقص یہ تھا کہ صحیح جہاد کا انہیں علم نہ تھا۔"

(انوار العلوم جلد10 صفحہ 191-192)

خلافت کی حکومت اور منہجِ رسولؐ کی مخالفت!

اس تبصرہ کے بعد ہم دوبارہ مکرم بوادی سعید اعمر صاحب کی طرف لوٹتے ہیں وہ بیان کررہے تھے کہ:

مجھے یقین تھا کہ اُمّت اس کمزوری کی حالت پر زیادہ دیر نہیں رہ سکتی اور اس کی یہ حالت بدلے گی۔لیکن اس کے طریقۂ کار کا مجھے کچھ اندازہ نہ تھا۔بہر حال میری اسی سوچ نے مجھے مختلف دینی جماعتوں اور تحریکوں میں شامل ہونے پر مجبور کیا۔میرا مقصد دراصل اس جماعت تک پہنچنا تھا جس کے ذریعہ امّت اسلامیہ کی کمزوری کی حالت بدلنا ممکن ہو۔ مَیں نے ہر معروف دینی اصلاح کی دعویدار جماعت کے عقائد اور خیالات کا مطالعہ کیا، ان کی کتب اور پمفلٹس کو بغور پڑھا لیکن ان میں اپنے مذکورہ سوالوں کے اطمینان بخش جواب نہ پائے۔ان میں سے اکثر جماعتیں اور تنظیمیں خلافت اور خلافت کی حکومت قائم کرنے کے نظریہ کی دعویدار تھیں۔یہ جماعتیں بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مدح سرائی کرتی تھیں اور آپ کی سنت کی اتباع کا بھی پرچار کرتی تھیں لیکن جب مَیں نے قریب سے ان کو دیکھا، ان کے خیالات کو پڑھا اور ان کی عملی حالت کا مشاہدہ کیا تو مجھے یہ جان کر بہت صدمہ ہوا کہ ان کے طور طریقوں اور تصرفات کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے راستے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اکثر کے نزدیک سیاسی دوڑ میں دینی عقائد کی کوئی اہمیت نہ رہتی تھی اور اصل مقصد حکمرانی کی کرسی تک پہنچنا بن جاتا تھا چاہے اس کے لئے کیسا ہی غیر اسلامی اور غیر اخلاقی طریقہ اپنانا پڑے، خواہ وہ معصوم جانوں کا قتل ہی کیوں نہ ہو۔

مَیں اس وقت گو اسلامی حکومت کے قیام کے خلاف نہ تھا لیکن اس تکلّف کی بھی کوئی ضرورت نہ سمجھتا تھا کہ تمام دنیا میں اسلام پھیل جانے کے بعد سیاسی اور جغرافیائی حدود وقیود کی پابندی سے کسی خاص ملک میں خلافت کی حکومت کے نام سے کوئی مملکت قائم کی جائے۔کیونکہ ایسی حالت میں ان متشدد جماعتوں نے شاید متعدد سوالات اور مسائل کے حل کے بارہ میں سوچا ہی نہیں تھا، شاید انہیں صرف حکومت قائم کرنے کی ہی لَو لگی ہوئی تھی۔مثلاً یہ سوال کہ ایسی مملکت کی حدود کا تعین کس طرح کیا جائے گا جس کو عسکری طاقت کے بل بوتے پر یہ لوگ قائم کرنا چاہتے ہیں۔اگر ایک ملک میں یہ حکومت قائم ہو بھی جائے تو باقی اسلامی ممالک کو کیا غیر اسلامی قرار دیں گے؟ کیا ایسی

باقی صفحہ نمبر 4 پر ملاحظہ فرمائیں

متی کی انجیل پر ایک نظر

(سید میر محمود احمد ناصر۔ ربوہ)

قسط نمبر3

متی باب2

اس باب میں چار اہم واقعات بیان ہیں۔

(1) مسیح کی پیدائش اور اس کے بارہ میں پتہ کرنے کے لئے مشرق سے مجوسیوں کا یروشلم آنا اور بیت لحم جا کر مسیح کی زیارت کرنا۔ (2) یوسف کا حضرت مریم اور بچے یشوع کو لے کر مصر بھاگ جانا۔ (3) بیت لحم کی حدود میں بچوں کا قتل عام۔ (4) یوسف، حضرت مریم اور یشوع کی مصر سے واپسی۔

اگر ہم ان چاروں واقعات پر تفصیل سے نظر ڈالیں تو ہمیں متی کی انجیل کے الہامی کلام ہونے کے بارہ میں بہت سے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

✿......متی کے انجیل نویس نے لکھا ہے کہ یشوع کی پیدائش ہیرودیس(Herod) بادشاہ کے زمانہ میں بیت لحم میں ہوئی (بیت لحم یروشلم سے پانچ سات میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا شہر ہے جو اب بھی موجود ہے) یہ شہر یہودیہ کے صوبہ میں ہے۔

✿......یہی بات لوقا کے انجیل نویس نے بیان کی ہے کہ یشوع کی پیدائش بیت لحم میں ہوئی لوقا کے باب دو آیت4 تا 7 میں یہ بات وضاحت سے لکھی ہوئی ہے۔

گویا دونوں انجیل نویس اس بات پر متفق ہیں کہ یشوع کی پیدائش بیت لحم میں ہوئی۔ مگر جب آپ دونوں انجیل نویسوں کی اس بارہ میں تفصیل پڑھیں گے اور سیاق و سباق دیکھیں گے تو آپ کو تعجب ہوگا کہ کس طرح دونوں **انجیل نویسوں نے مسیح کی جائے پیدائش کے بارہ میں ایک طرف تو ایک مزعومہ پیشگوئی کو یسوع پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے اور کس طرح ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے اور دوسری طرف مسیح کے بارہ میں ناصری کہلانے یعنی ناصرہ کا باشندہ ہونے کی مزعومہ پیشگوئی کو دونوں انجیل نویسوں نے کھلی اختلاف رائے کے ساتھ چسپاں کیا ہے۔**

اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اگر آپ متی کا دوسرا باب اور لوقا کا دوسرا باب توجہ سے پڑھ لیں تو یہ بات خوب واضح ہو جائے گی۔

یہود میں خیال تھا کہ آنے والا مسیح بیت لحم کا ہوگا جیسا کہ یوحنا کی انجیل باب 5 آیت 43-41 میں لکھا ہے:۔

''اوروں نے کہا یہ مسیح ہے۔ اور بعض نے کہا کیوں؟ کیا مسیح گلیل سے آئے گا۔ کیا کتاب مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داؤد کی نسل اور بیت لحم کے گاؤں سے آئے گا جہاں کا داؤد تھا''۔

(یوحنا کی انجیل باب7 آیت43-41)

اس کے بالمقابل متی کی انجیل میں لکھا ہے کہ ''اور ناصرہ نام ایک شہر میں جا بسا تا کہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا''۔ (متی باب2 آیت23)

گویا متی اور لوقا کے انجیل نویسوں کے سامنے دو پیشگوئیاں ہیں۔ ایک پیشگوئی کہتی ہے کہ مسیح بیت لحم سے آئے گا۔ دوسری پیشگوئی کہتی ہے کہ نبیوں کی پیشگوئی کے مطابق وہ ناصری کہلائے گا۔

اب دیکھئے دونوں انجیل نویس کس طرح دونوں پیشگوئیاں یسوع پر چسپاں کرتے ہیں۔

متی کے انجیل نویس کے بیان کے مطابق یشوع کا خاندان یہودیہ کے بیت لحم سے تعلق رکھتا ہے وہ اس خاندان کے کہیں اور سے آنے کا ذکر نہیں کرتا بلکہ یہ بیان کرتا ہے کہ یشوع کی ولادت یہودیہ کے بیت لحم میں ہوئی۔ مگر بیت لحم میں یشوع کی پیدائش کے بعد جب ہیرودیس بادشاہ نے دو سال یا اس سے کم عمر بچوں کا قتل عام کرایا تو خواب میں رہنمائی پا کر یوسف قتل عام شروع ہونے سے پہلے ہی حضرت مریم اور یسوع (بچے) کو لے کر مصر کی طرف بھاگ گیا اور وہاں پر رہا مگر جب کچھ عرصہ بعد اطلاع ملی کہ ہیرودیس جو بچے کی جان کا دشمن ہے فوت ہو گیا ہے تو وہ مصر سے واپس آیا مگر اپنے وطن کے صوبہ میں یہودیہ میں اس وجہ سے جانے سے ڈرا کہ یہودیہ میں بادشاہ ہیرودیس کا سخت گیر بیٹا ارخلاؤس حاکم ہے اور خواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا اور ناصرہ نام ایک شہر میں جا بسا تا کہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔ (متی باب2)

اب دیکھئے متی کی انجیل نویس کے بیان کے مطابق دونوں پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ رہنے والے یہودیہ کے بیت لحم کے تھے اس لئے آنے والے مسیح کے متعلق جو یہ پیشگوئی تھی کہ وہ بیت لحم سے آئے گا یہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔ اور پیشگوئی تھی کہ ناصری کہلائے گا تو پیدائش کے بعد ہیرودیس کے خوف سے مصر بھاگ گئے۔ اور ہیرودیس کی موت پر واپس آئے مگر اس کے بیٹے ارخلاؤس کے ڈر سے یہودیہ میں نہیں گئے بلکہ گلیل چلے گئے۔ وہاں کے شہر ناصرہ میں جا بسے۔ لہٰذا 'ناصری کہلائے گا' کی پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔

مگر ٹھہریئے ابھی لوقا کا بیان بھی تو ہم نے دیکھنا ہے۔ لوقا کے بیان کے مطابق حضرت مریم گلیل کے شہر ناصرہ کی رہنے والی تھیں۔ (لوقا باب ایک آیت26) اور یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ کے تھے (لوقا باب2 آیت 4)۔ گلیل کے شہر ناصرہ سے یوسف حضرت مریم کو لے کر یہودیہ کے شہر بیت لحم کو گئے۔ (لوقا باب2 آیت 4) بیت لحم پہنچنے پر حضرت مریم کے جو حاملہ تھیں ان کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا اور ان کے پہلوٹھا بیٹا پیدا ہوا۔

ناصرہ سے بیت لحم جانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ لوقا کا انجیل نویس کہتا ہے کہ رومن ایمپرر اغسطس نے حکم دیا تھا کہ ساری دنیا کی مردم شماری کی جائے تو چونکہ یوسف کا ابتدائی شہر اس تقسیم کے مطابق جو کئی صدیاں قبل یہودی شریعت کے حکم کے مطابق بیت لحم تھا اس لئے یوسف مع حضرت مریم مردم شماری میں حصہ لینے کے لئے بیت لحم گئے تھے۔ اور وہاں یشوع کی ولادت ہوئی۔

اب دیکھئے کہ دونوں پیشگوئیاں اس بیان کے مطابق بھی پوری ہو گئیں۔

✿......متی کے مطابق بیت لحم کے تھے۔ وہاں بچے کی پیدائش ہوئی لہٰذا بچہ بیت لحم کا تھا۔ متی کے مطابق ہیرودیس کے ڈر سے بھاگ کر مصر گئے اور اس کی موت پر واپس آئے مگر اس کا بیٹا ارخلاؤس جو ظالم تھا یہودیہ پر حکومت کر رہا تھا اس لئے یہودیہ میں بیت لحم نہیں گئے بلکہ گلیل کے ناصرہ میں جا بسے۔ لہٰذا بچہ ناصری کہلایا۔

لوقا کے مطابق ناصرہ کے ہی رہنے والے تھے مگر مردم شماری کے لئے بیت لحم گئے وہاں بچہ پیدا ہوا اس لئے بچہ بیت لحم کا ہے۔ لوقا کے مطابق اصلاً ناصرہ (گلیل) کے تھے اور بیت لحم میں پیدائش کے بعد یروشلم ہوتے ہوئے واپس ناصرہ چلے گئے (مصر نہیں گئے) اس لئے بچہ ناصری کہلایا۔

دونوں انجیل نویسوں نے دونوں پیشگوئیاں پوری کر دکھائیں یہ الگ بات ہے کہ اگر ایک کی بات درست ہے تو دوسرے کی غلط۔ اگر دوسرے کی بات درست ہے تو پہلے کی غلط۔ یا شاید دونوں کی غلط!

✿......لوقا کے انجیل نویس نے اس بات کو ثابت کرنے کے دوران کہ یشوع ناصری تھے کیونکہ وہ ناصرہ کے رہنے والے تھے۔ مگر پیدائش بیت لحم میں ہوئی تھی کیونکہ مردم شماری میں نام لکھوانے کے لئے حضرت مریم بیت لحم گئی ہوئی تھیں ایک اور ٹھوکر کھائی ہے کہ ناصرہ سے بیت لحم کو یہ سفر قیصر اغسطس کے مردم شماری کے حکم کی وجہ سے تھا حالانکہ جیسا کہ عیسائی علماء بائبل تسلیم کرتے ہیں یہ مردم شماری اس موقعہ کی نہیں ہوئی چنانچہ (Peaks Commentary on the Bible by Mathew Blake) میں لکھا ہے:۔

In making his point Lk. seems to have made use of historical date with which he was imperfectly acquainted. A census was held about A.D.6, when Qurinius legate of Syria? This is referred to in Acts 5:37 and Lk. was probably uncertain of its date and ignored the inconsistency involved here in associating it with reign of Herod.

کیا جس کتاب میں اس قسم کی غلطی ہو اور اس کا مقصد کسی طرح ایک پیشگوئی یشوع پر چسپاں کرنا ہو اس کو خدا کا کلام کہا جا سکتا ہے؟

✿......لوقا کی اس غلطی کا ذکر کر کے انٹر پریٹرز بائبل میں لکھا ہے:۔

It would appear that the evangelist has been guilty of an anachronism. Many ingenious attempts have been made to escape this conclusion, but all fall short of demonstration.

(The Interpreters Bible Vol. 8)

✿......آنے والے مسیح کے بیت لحم سے آنے یا بیت لحم میں پیدا ہونے کے بارہ میں پیشگوئی کے طور پر متی کے انجیل نویس نے پرانے عہد نامہ کا ایک حوالہ بھی دیا ہے اور اس حوالہ کی بنیاد پر ہی یشوع کی جائے ولادت بیت لحم کو قرار دیا ہے۔

متی کا انجیل نویس پرانے عہد نامہ کا یہ حوالہ اس طرح دیتا ہے:۔

''اے بیت لحم یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی گلّہ بانی کرے گا''۔ (متی باب2)

یہ حوالہ جو میکاہ باب 5 آیت 2 سے لیا گیا ہے خود اس ترجمہ میں جس سے مذکورہ بالا عبارت درج کی گئی ہے یہ حوالہ اس طرح دیا گیا ہے:۔

''لیکن اے بیت لحم افراتاہ! اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا''

متی کی انجیل کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اور اس انجیل میں پرانے عہد نامہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کتاب مقدس ہے جس کا باطل ہونا ممکن نہیں مگر متی کا انجیل نویس پرانے عہد نامہ کے اس حوالہ کو صحیح رنگ میں نقل نہیں کرتا اور جہاں تک اس کو آنے والے مسیح پر چسپاں کرنے کا تعلق ہے تو اس کا بھی کوئی ذکر میکاہ کے اس حوالہ میں نہیں ہے۔

انٹر پریٹرز بائبل کے ایڈیٹران اس بات پر کہ میکاہ کا یہ حوالہ حضرت مسیح پر چسپاں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لکھتے ہیں:۔

The tradition that Jesus came in fulfilment of this and other prophecies was so early and so deep apart of the Christians apologetic that it wrote into the Gospels, notably into Matthew, Luke and John. It is hard to believe that anyone who had actually read this chapter carefully could think that it had reference at all to the coming of Jesus Christ. There is little or nothing in common between its central theme and anything he did or said.

(The Interpreters Bible Vol.6 p.2)

اور ہمارے لئے یہ سمجھنا بھی مشکل ہے کہ اس تبصرہ کے بعد متی، لوقا اور یوحنا کی اناجیل کو خدا کا کلام قرار دیا جائے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: مصالح العرب از صفحہ نمبر 3

صورت میں جزیہ صرف اس مملکت کی حدود میں رہنے والی غیر مسلم اقلیت پر فرض کریں گے؟ دیارِ کفر میں رہنے والی مسلم اقلیتوں کو ایسی صورت میں کیا حکم ہوگا؟ کیا انہیں دیارِ کفر سے نکل کر مملکتِ خلافت میں آ بسنے کا حکم دیا جائے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔

تبصرہ

یہ متشدد سلفی اور تکفیری وجہادی طرز فکر کی حامل جماعتوں کے بعض عزائم ہیں۔ لیکن اسے دینی انتہا پسندی کی بھی انتہا کہنا چاہئے کہ یہ لوگ بظاہر محبت دین و عشق رسول کا دعویٰ کر کے ہر اس کام کو اپنے لئے جائز قرار دے دیتے ہیں جس کا شریعت اور سنّتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا غیر اسلامی تعلیم کا اتباع حقیقی اسلام پھیلانے میں مد ثابت ہو سکتا ہے؟ کیا ظلم و جبر سے کبھی امن قائم ہوا ہے؟ لا اخلاقیت اور سفا کی نے کبھی محبت بھرے معاشرے کو جنم دیا ہے؟ پھر ان لوگوں کو غیر اسلامی طریق اپنا کر نام نہاد اسلامی خلافت کی حکومت کے قیام میں کیسے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس اُمّت میں خلیفہ مَیں بناؤں گا جبکہ یہ کہتے ہیں ہم بنائیں گے اور ان کی حکومت قائم کریں گے۔ جب یہ بنیادی قدم ہی غلط سمت میں اٹھا تو اس پر بنائی جانے والی خیالی عمارت بھی ٹیڑھی ہی بنے گی جو بار بار ٹوٹے گی اور تباہی و بربادی کا سبب ٹھہرے گی۔ اور یہی ان متشدد جماعتوں کی کوششوں کا ماحصل ہے۔

(باقی آئندہ)

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’جب تک استقامت نہ ہو، بیعت بھی ناتمام ہے‘‘۔ ’’مستقیم وہ ہے کہ سب بلاؤں کو برداشت کرے‘‘۔ ’’درود شریف جو حصولِ استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو‘‘۔

’’دل کی استقامت کے لئے بہت استغفار پڑھتے رہیں‘‘۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی نہایت درجہ ایمان افروز روایات کا تذکرہ جن سے ان کے صبر و استقامت اور دینی غیرت پر روشنی پڑتی ہے۔

مکرمہ امتہ الحفیظ خانم صاحبہ اہلیہ مکرم شمس الحق خان صاحب کی نماز جنازہ حاضر اور مکرم سید محمد احمد صاحب ابن مکرم سید محمد افضل صاحبؓ کی نماز جنازہ غائب۔ مرحومین کا ذکر خیر۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 13/اپریل 2012ء بمطابق 13/شہادت 1391 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’جب تک استقامت نہ ہو بیعت بھی ناتمام ہے۔ انسان جب خدا تعالیٰ کی طرف قدم اُٹھاتا ہے تو راستہ میں بہت سی بلاؤں اور طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جب تک اُن میں سے انسان گزر نہ لے منزل مقصود کو پہنچ نہیں سکتا‘‘۔ فرمایا کہ ’’امن کی حالت میں استقامت کا پتہ نہیں لگ سکتا کیونکہ امن اور آرام کے وقت تو ہر ایک شخص خوش رہتا ہے اور دوست بننے کو تیار ہے۔ مستقیم وہ ہے کہ سب بلاؤں کو برداشت کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 515۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ تلقین فرماتے ہوئے کہ استقامت کس طرح حاصل ہوسکتی ہے فرمایا کہ:

’’درود شریف جو حصولِ استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن اور احسان کو مدِّنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لیے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیتِ دُعا کا شیریں اور لذیذ پھل تُم کو ملے گا‘‘۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 38۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر ایک موقع پر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

’’دل کی استقامت کے لئے بہت استغفار پڑھتے رہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 183۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اس وقت مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کی کچھ روایات جن میں اُن کے صبر و استقامت پر روشنی پڑتی ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اُن کے ساتھ کیا پیار کا سلوک ہوتا تھا؟ کس طرح اُن کی دعائیں بھی قبول ہوتی تھیں؟ اُس کے بارے میں بیان کروں گا۔

حضرت نور محمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ 7/جنوری 1906ء کو میں مع عیال خود بلوچستان چلا گیا۔ (بلوچستان میں تھے) وہاں پہنچ کر جب میرے استاد مولوی محمد صاحب امام مسجد اہلحدیث نے سنا تو مجھ کو طلب کیا۔ (یعنی قادیان آئے تھے وہاں سے بیعت کر کے واپس گئے) اور کہا کہ مرزا صاحب کتابوں میں تو اچھا لکھتے ہیں مگر در پردہ تلقین کچھ اور کرتے ہیں۔ (یعنی لکھتے کچھ اور ہیں اور کہتے اپنے مریدوں کو کچھ اور ہیں۔) کہتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس کے حضور خط لکھ کے عرض کیا گیا تو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے قلم سے جواب ملا کہ ہماری تلقین دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل پر کمی یا زیادتی کرنے والا لعنتی ہے۔ یہ جواب جب مولوی صاحب کو دکھایا گیا تو اُس نے اور تو کچھ نہ کہا، صرف یہ کہا کہ سناؤ تم کو بھی الہام ہوا ہے یا نہیں۔ (یعنی مذاق اُڑانا شروع کیا) تو مَیں نے کہا کہ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اخبار میں یہ پڑھ کر کہ لوگوں کو ہمارے متعلق خدا سے پوچھنا چاہئے، تو مَیں نے دعا کی تھی اور مجھے الہام ہوا تھا کہ ’’صادق ہے، قبول کرلو‘‘۔ اس کے بعد کہتے ہیں مَیں جدھر جاتا، بازار میں چلتا، بلکہ دفتر کے اندر باہر مجھے چڑانے کے لئے لوگ آوازیں کستے اور مجھے چھیڑنے کے لئے کہ مَیں مسیح موعود کی بیعت کر کے آیا ہوں تو چپڑاسی کو کوئی افسر کہہ رہا ہے کہ حقہ موعود لے کر آ ؤ، بلی موعود کو مارو، کاغذ موعود لاؤ۔ اس قسم کی بیہودہ قسم کی باتیں شروع کر دیں، وغیرہ وغیرہ۔ تو کہتے ہیں کہ میری اُس وقت کی دعائیں یہ ہوتی تھیں کہ اے مولیٰ کریم! حضرت مسیح موعود کے طفیل میری فلانی دعا قبول فرما۔ اور ہر اتوار کو حضرت اقدس کے حضور عریضہ لکھ دیا کرتا۔ چنانچہ ایک دعا میری یہ تھی کہ بطفیل حضرت صاحب کوئٹہ سے ترقی پر میری تبدیلی فرما کیونکہ میرا افسر خان بہادر محمد جلال الدین سی آئی ای پولیٹیکل ایڈوائزر قلاّت تھا اور وہ بھی احمدیت کا سخت مخالف تھا تو مَیں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے دفتر سے تبدیل فرمادے اور تبدیلی بھی ترقی کے ساتھ ہو۔ کہتے ہیں تین روز نہیں گزرے تھے کہ میں مستوفی صاحب لاڑی کا سرشتہ دار ہوکر تبدیل ہوگیا۔ وہاں پہنچتے ہی جب مَیں نے دیکھا کہ مَیں تنہا ہوں تو حضرت صاحب کے حضور روزانہ دعا کے لئے ایک کارڈ لکھنا شروع کیا۔ پھر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُس کے نتیجے میں وہاں بارہ آدمی ایک سال کے اندر اندر احمدی بنائے اور اس کثرت سے مجھ پر الہامات کا دروازہ کھلا کہ کوئی رات نہ جاتی تھی کہ کوئی نہ کوئی الہام نہ ہوتا ہو۔

روایت کے رجسٹر میں یہاں لکھنے والے نے کچھ آگے پیچھے لکھا ہوا ہے بہرحال پھر آگے روایت یہ چلتی ہے کہ شادی خان نامی ایک قصاب تھا جو احمدی ہوگیا اور وہاں ایک میاں گل صاحب بھی تھے جو بلوچوں کے سردار تھے اور اُن کو بھی جب پتہ لگا کہ شادی خان احمدی ہوگیا ہے تو انہوں نے اپنے لوگوں کو کہا کہ شادی خان کا گوشت جو قصائی کی دکان سے خریدتے تھے وہ پھینک دو اور یہ احمدی ہے اس کو مارو۔ چنانچہ وحشی مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ اُس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور مقدمہ ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر سبّی بلوچستان کے حضور دادرسی کی درخواست دی گئی تو مقدمہ دائر کرنے کے بعد کہتے ہیں مجھ کو الہام ہوا کہ شادی خان کا مکان بچایا جاوے گا۔ مَیں نے سب دوستوں کو اس سے اطلاع دی کہ سب مع بال بچوں کے جو تعداد میں چھتیس کَس تھے سب شادی خان کے مکان میں چلے جاؤ۔ چنانچہ سب چلے گئے۔ نتیجہ کا انتظار تھا کہ شادی خان نے آدھی رات کے وقت کہا۔ شادی خان صاحب نے بھی خواب دیکھی کہ مَیں ایک بڑے دربار میں طلب کیا گیا۔ وہاں ایک شخص بڑی شان وشوکت سے خیمہ لگائے تخت پر بیٹھا ہے۔ اُس کے گرد اِس اُمّت کے اولیاء بیٹھے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازے پر کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ مَیں نے جب پوچھا تو اُس وقت میرے سر سے خون بہہ رہا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھا اور دوسرے سے سر کو پکڑ کر اُس تخت کے پاس لے گئے (یہ خواب اپنی بتا رہے ہیں) اور عرض کی کہ جب میرے مریدوں کا یہ حال ہو تو مَیں کیا کروں؟ تخت والے نے آواز دی کہ کوئی ہے۔ ایک بڑا جرنیل کہ تمغے اُس کے لگے ہوئے تھے حاضر ہوا۔ اُس کو حکم ہوا کہ شادی خان کے ساتھ جاؤ۔ چنانچہ مَیں آگے ہوا۔ میرے پیچھے جرنیل اور اُس کے پیچھے فوج ہے اس شہر میں داخل ہوگئی۔ (یہ انہوں نے خواب دیکھی) اس کے بعد انہوں نے کہا اب میں مقدمہ نہیں کرنا چاہتا۔ میرا بدلہ خود خدا لے گا۔ چنانچہ اس کے بعد پانی کا ایک طوفانِ عظیم آیا اور شہر کے بیرونی حصے کو غرق کر دیا صرف شادی خان کا مکان بچ گیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 5 صفحہ 77 تا 79)

حضرت جان محمد صاحبؓ ولد عبدالغفار صاحب ڈسکوی فرماتے ہیں کہ ’’1903ء میں ہم احمدیوں کی سخت مخالفت ہوئی اور خاص کر میری کیونکہ میں ڈسکہ میں پہلا احمدی تھا اور مجھے زیادہ تکلیف دیتے تھے۔ سقّہ اور خاکروب کو بھی روکا گیا۔‘‘ یعنی پانی ڈالنے والے کو اور صفائی کرنے والے کو روکا گیا۔ سقّہ نے یہ کہہ کر

کہ مجھے تحصیلدار صاحب کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کو پانی دیا کرو، ان کو کہا کہ اگر تم نے مجھے روکا تو مَیں تحصیلدار صاحب سے کہوں گا کیونکہ مجھے اُن کا حکم ہے کہ ان کا پانی نہیں روکنا۔ خیر اُس سے تو وہ رک گئے۔ اور خاکروب کو جب کہا (خاکروب وہاں ہمارے پاکستان میں عموماً عیسائی یا ایسی cast کے ہوتے ہیں جس کو عموماً لوگ پسند نہیں کرتے، حالانکہ کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہئے) تو بہرحال کہتے ہیں اُس نے یہ کہا کہ نہ مولوی صاحب تمہارے ساتھ کھاتے ہیں نہ تم لوگ۔ (یعنی کھانا تو اکٹھے تم لوگ کھاتے نہیں۔ نہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں نہ تم کھاؤ) پھر انہوں نے اس میں یہ شرط رکھی کہ اگر تم ہمارے ساتھ کھا لو تو پھر مولوی صاحب کو چھوڑ دیں گے۔ وہ شرمندہ ہوئے لیکن مخالفت کرتے رہے۔ خاکسار نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں لکھا کہ لوگ میرا پانی بند کرتے ہیں اور مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اگر مولوی فیروز دین اور چوہدری نصراللہ خان صاحب پلیڈر احمدی ہو جائیں تو جماعت میں ترقی ہو جائے گی۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے جواباً لکھا کہ آپ یہ خیال مت کریں کہ فلاں احمدی ہو جائے گا تو جماعت بڑھے گی۔ آپ صبر کریں اور نمازوں میں دعائیں کریں۔ یہ سلسلہ آسمانی ہے انشاء اللہ بڑھے گا اور زمین کے کناروں تک پہنچے گا اور سب سعید روحیں اس میں داخل ہوں گی۔ مسجدیں احمدیوں کی ہوں گی، آپ گھبرائیں نہیں''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 41)

اور اللہ کے فضل سے جماعت وہاں پھیلی بھی۔ پس یہ مسجدیں احمدیوں ہی کی ہونی ہیں جتنی چاہے پابندیاں لگاتے رہیں یا وہاں آپ کی مخالفتیں کرتے رہیں۔

حضرت عبداللہ صاحبؓ ولد اللہ بخش صاحب فرماتے ہیں کہ ''حضور انور کا وصال ہو گیا۔ مَیں وہیں موجود تھا۔ غیر احمدی وغیرہ مخالفین بطور تماشا بلڈنگ کے باہر تماشا دیکھ رہے تھے۔ ہم باہر دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک دوست کی چیخیں نکلنے لگیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میرا ایمان جیسا کہ پہلے تھا اب بھی ویسا ہی ہے۔ حضرت مرزا صاحب اپنا کام کر کے چلے گئے۔ یہ استقلال دکھانے کا موقع ہے نہ کہ رونے کا''۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 148)

پھر ایک روایت ہے حضرت خیر دین صاحبؓ ولد مستقیم صاحب کی۔ فرماتے ہیں کہ میرے استاد صاحب جن کا نام مولوی اللہ دتّا صاحب تھا وہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے معتقد تھے۔ جس زمانے میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے رسالہ اشاعۃ السنۃ لکھا تو انہوں نے وہ رسالہ پڑھا۔ پوچھا کہ وہ کون شخص ہیں جن کی آپ نے یہ تعریف لکھی ہے۔ کہاں رہتے ہیں؟ میرا دل چاہتا ہے کہ اُن کی زیارت کروں۔ چنانچہ وہ جناب حضرت اقدس کی زیارت کے لئے قادیان آئے۔ جب وہ آئے تو حضور لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے آ کر حضور کو دبانا شروع کر دیا۔ دباتے دباتے حضرت اقدس کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو عرض کی کہ حضور جو حدیثوں میں امام مہدی کا حلیہ بیان ہوا ہے وہ آپ پر چسپاں ہوتا ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیعت لینے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضور مسکرا کر خاموش رہے۔ پھر مولوی اللہ دتّا صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ حضور! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کی بیعت کر لوں۔ حضور نے فرمایا مجھے ابھی حکم نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور نے جو کچھ بننا تھا، بن چکے تھے، صرف حکم کی انتظار تھی۔ کہتے ہیں میرے استاد صاحب حضرت اقدس کی محبت سے بھر گئے اور اپنے گاؤں واپس چلے گئے۔ جب حضور نے بیعت کا اشتہار دیا، اُسی وقت انہوں نے بیعت کر لی۔ مَیں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے ساتھ کوئی مخالفت نہیں کی اور اُن کے ساتھ ہی رہا۔ لوگوں نے اُنہیں بہت دکھ دیا تھا اور تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ میں خوش اعتقاد تو رہا مگر صرف سُستی سے 1906ء کا وقت آ گیا۔ 1906ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے میں نے آ کر دستی بیعت کی۔ ظہر کی اذان ہو چکی تھی۔ حضور مسجد مبارک کے محراب میں رونق افروز ہو گئے اور فرمایا کہ کوئی بیعت کرنے والا ہے تو بیعت کر لے۔ مَیں وضو کر کے نماز کے لئے آ رہا تھا۔ جب سیڑھیوں کے قریب آیا تو کسی شخص نے آواز دی کہ حضور فرماتے ہیں جس نے بیعت کرنی ہو جلدی سے آ کر کر لے۔ چنانچہ خاکسار نے فوراً خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 154-153)

پھر حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ فرماتے ہیں: ''قریباً ستائیس برس ملازمت سرکاری کی اور پندرہ روپے ماہوار سے دوسو' روپے ماہوار'' تک تنخواہ ملی بلکہ زیادہ بھی۔ ہر مشکل اور تکلیف میں جہاں کوئی دوست کام نہ آ سکا وہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کام آتا رہا اور میرے سب کام اُس کے فضل و کرم سے ہوئے۔ بڑے بڑے ابتلا آئے اور آسانی سے گزر گئے۔ بیگانوں نے تو کرنا ہی تھا خود اپنوں نے میرے ساتھ سالہا سال برادرانِ یوسف کا سا سلوک روا رکھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہر معاند و حاسد کو اُس کے حسد و عناد میں ناکام رکھا۔ خدا تعالیٰ نے ہمیشہ میری دعائیں سنیں۔ اللہ ہی کے حق میں میرا خیر مدّنظر تھا۔'' کہتے ہیں کہ ''اہلِ لاہور نے توہینِ رسول کا ایک بہتان میرے ذمہ باندھا اور احرارِ سرحد نے میرے قتل کے واسطے ایک بے گناہ شخص کو میرے سرِ بازار قتل پر آمادہ کیا۔ خدا تعالیٰ نے میری بریت کے واسطے پستول میں گولی ٹیڑھی کر دی اور پستول چل نہ سکا۔ قاتل کو ارباب محمد نجیب خان صاحب احمدی نے گرفتار کیا اور حوالہ پولیس ہوا اور گورنمنٹ سرحد نے اُس کو نو سال کے واسطے جیل میں بند کر دیا۔ دشمن ناکام ہوئے۔ خدا ہمارے ساتھ تھا اور اب بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام پورا ہوا کہ ''آگ سے ہمیں مت ڈراؤ، آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 200-199)

پھر حضرت میاں نظام الدین صاحبؓ ٹیلر ماسٹر فرماتے ہیں کہ ''1902ء مارچ میں ہم جہلم سے انجمن حمایتِ اسلام کا جلسہ دیکھنے کے لئے لاہور آئے۔ ہم تین آدمی تھے۔ جلسہ گاہ کے باہر ایک مولوی کو دیکھا۔ وہ قرآنِ مجید ہاتھ میں لے کر کھڑا تھا اور کہتا تھا کہ میں قرآن اُٹھا کر کہتا ہوں کہ مرزا نعوذ باللہ کوہڑا ہو گیا ہے۔'' (یعنی اُن کو کوڑھ ہو گیا ہے)۔ ''وہ نبیوں کی ہتک کرتا تھا اور ساتھ ساتھ ایک چھوٹا سا اشتہار بھی بانٹ رہا تھا جس کا یہی مضمون تھا۔ میں نے اس سے اشتہار بھی لیا اور ساتھیوں سے کہا کہ چلو قادیان چل کر مرزا صاحب کی حالت دیکھ آویں تاکہ چشم دید واقعہ ہو جائے۔ ہم تینوں قادیان آئے تو مغرب کی نماز میں حضرت صاحب کو دیکھا تو وہ بالکل تندرست تھے۔ میرے ساتھی اور میں حیران ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ ہمارے مولوی نے جھوٹ بولا ہے یا یہ آدمی جو ہمیں بتایا گیا ہے، مرزا صاحب نہیں کوئی اور ہے؟ رات گزر گئی۔ صبح ہم نے مولوی صاحب (یعنی حضرت خلیفہ اوّلؓ) سے جا کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ''یہی مرزا ہے جس کو تم نے دیکھا ہے اور اشتہار بھی'' حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ''اپنی جیب سے نکال کر ہم کو دکھلایا کہ یہ ہمارے پاس بھی پہنچا ہے۔ اب تم جس کو چاہو سچا کہہ سکتے ہو، خواہ اپنے مولوی کو جس نے اتنا بڑا جھوٹ بولا ہے'' قرآن اُٹھا کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ مرزا کوڑھی ہو گیا'' خواہ مرزا کو جو تمہارے سامنے تندرست نظر آ رہا ہے۔ ظہر کی نماز کے وقت جب حضرت صاحب نماز کے لئے تشریف لائے تو مَیں نے حضور کو سارا حال بیان کیا تو حضور نے ہنس کر فرمایا کہ میری مخالفت میں مولوی لوگ جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں۔ حدیثوں میں ایسا لکھا تھا کہ مسیح موعود کے وقت علماء بدترین خلائق ہوں گے۔ مجھ کو حضور کی باتیں سن کر راحت ہوئی اور مَیں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ مَیں تو بیعت کرتا ہوں اور یہ میرے ساتھی بھی اتنا جھوٹ دیکھ کر ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ ہمیں اسی وقت بیعت میں داخل فرما کر ممنون فرماویں۔ حضور نے فرمایا کہ اتنی جلد بیعت کرنا ٹھیک نہیں۔ ابھی تم نے ہماری باتیں نہیں سنیں۔ کچھ دن صحبت میں رہیں۔ باتیں سنیں۔ پھر اگر پورا یقین ہو تو بیعت کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ لوگ بیعت کر جائیں اور مولوی لوگوں کے اعتراض سن کر پھر جائیں تو گنہگار ہوں گے۔ (اگر بیعت کر لی اور پھر اگر پھر گئے تو تم بہت زیادہ گنہگار ہو گے) اس لئے پہلے کم از کم ایک ہفتہ ضرور ہماری صحبت میں رہیں۔ ہم خاموش ہو گئے، وہاں رہے۔ حضور نماز سے فارغ ہو کر اندر چلے گئے۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد کہتے ہیں کہ مَیں چونکہ درزی تھا۔ کسی کے پاس بارہ روپے ماہوار پر ملازم تھا۔ اُس نے مجھے میرے احمدی ہونے کی وجہ سے مجھ کو جواب دے دیا، نوکری سے فارغ کر دیا۔ اپنے اور بیگانے سب دشمن ہو گئے۔ ایک شخص جو ہمارا ساتھی تھا، وہ حلوائی کا کام کرتا تھا، سب مسلمانوں نے اتفاق کر لیا کہ اس کی دکان کا سودا کھانا حرام ہے۔ (آج بھی پاکستان میں بعض احمدی دکانداروں کے ساتھ یہی ہو رہا ہے اور تو اور لاہور ہائی کورٹ بار کے وکلاء نے ایک ریزولیشن پاس کیا ہے کہ شیزان کیونکہ احمدیوں کا ہے اس کو پینا حرام ہے)۔ بہرحال دوکان کا سودا اُس نے کہا حرام ہے۔ اس سے مٹھائی نہیں کھانی۔ آٹھ دن تک برابر وہ بائیکاٹ کی تکلیف برداشت کرتا رہا، مگر آٹھویں روز اُس سے برداشت نہ ہوا اور اس نے بیعت چھوڑ دی اور مرتد ہو گیا۔ کہتے ہیں اب ہم دو رہ گئے۔ ہم دونوں درزی تھے۔ ہم سب کچھ برداشت کرتے رہے۔ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ ان دنوں مجھے کئی کئی دن فاقے کرنے پڑے۔ کئی دن کے بعد مَیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور حالات بیان کئے۔ حضور نے نہایت تسلی بخش الفاظ میں فرمایا اگر آپ نے استقلال دکھلایا تو اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ دن آپ سے دور کر دے گا اور اچھے دن لے آئے گا۔ تو کہتے ہیں کہ پھر ایک سال تک بڑی مشکلات میں گزرتے رہے۔ پورا سال انہی مشکلات میں گزر گیا۔ روزی کی تکلیف کی وجہ سے کوئی کام نہیں تھا۔ اس تکلیف کی وجہ سے مَیں چند ماہ کے بعد پھر قادیان آیا اور حضور کی خدمت میں رو پڑا اور اپنی تکلیف بیان کی اور عرض کیا کہ حضور! اجازت دیں تو افریقہ چلا جاؤں۔ شاید اللہ تعالیٰ رحم فرما دے۔ اس پر حضورؑ نے اول تو فرمایا کہ اس راستے میں مومن کو ابتلا آتے ہیں اور بعض دفعہ وہ سخت بھی ہوتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں تم وہاں جا کر کسی سخت ابتلاء میں نہ پڑ جاؤ۔ پھر میرے اصرار پر فرمایا۔ کل بتلاؤں گا دعا کرنے کے بعد۔ چنانچہ دوسرے روز شاید ظہر کی نماز کے وقت فرمایا۔ توکّل الٰہی پر چلے جاؤ (افریقہ چلے جاؤ)۔ مگر خیال رکھنا کہ سلسلہ کی خبر جہاں تک ہو سکے لوگوں کو پہنچاتے رہنا۔ (جہاں بھی جاؤ تبلیغ کا کام نہیں چھوڑنا۔) میں چونکہ اَن پڑھ ہوں مگر سلسلہ کے عشق میں مجھ کو اس قدر تبلیغ کا شوق تھا کہ ہر وقت، ہر آن تبلیغ کا خیال رہتا تھا۔ (وہاں بھی پھر تبلیغ کرتے رہے۔)

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 410تا418)

پھر حضرت غلام محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لاہور کے سفر کا حال بیان کرتے ہیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں تشریف لائے تھے تو ان دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا لیکچر ہو رہا تھا۔ لیکچر لاہور ہوتا تھا۔ اشتہارات چسپاں کئے جاتے تھے۔ چوہدری اللہ دتّا صاحب مرحوم جو نمبر دار تھے موضع میانوالی خانہ والی تحصیل نارووال کے، وہ لئی کی دیگچی سر پر اُٹھائے ہوئے شہر میں ہر جگہ اشتہار چسپاں کرتے تھے اور اس کو دیکھ کر مخالفین نے اُن کو کئی دفعہ مارا پیٹا، زدوکوب کیا۔ چوہدری صاحب مرحوم اشتہار چسپاں کرتے تھے۔ مخالفین اُس کو پھاڑ دیتے تھے۔ گالیاں نکالتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُن دنوں کا واقعہ ہے۔ جن مکانات میں حضور علیہ السلام قیام فرماتے تھے اس کے پاس گول سڑک پر درخت لگے ہوتے تھے ٹاہلیوں کے، شیشم کے۔ ایک مولوی مخالف جسے مولوی ٹاہلی کے نام سے پکارتے تھے، صرف پاجامہ ہی اُس نے پہنا ہوا تھا، نہ گلے میں اور نہ سر پر کوئی کپڑا ہوتا تھا۔ بدحواس گالیاں دیتا رہتا تھا اور درختوں پر چڑھ کر یہ بیہودہ بکواس کرتا رہتا تھا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد3صفحہ171)

پھر حضرت حافظ غلام رسول صاحبؓ وزیر آبادی کی روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مَیں قادیان پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اپنے مقدمات کا ذکر کیا کہ مخالفین نے جھوٹے مقدمات کر کے اور جھوٹیاں قسمیں کھا کھا کر میرا مکان چھین لیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ حافظ صاحب! لوگ لڑکوں کی شادی اور ختنہ پر مکان برباد کر دیتے ہیں۔ آپ کا مکان اگر خدا کے لئے گیا ہے تو جانے دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس سے بہتر دے دے گا۔" کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ پاک الفاظ سنتے ہی میرے دل سے وہ خیال ہی جاتا رہا بلکہ میرے دل میں وہ زلیخا کا شعر یاد آیا

جمادے چند دادم جان خریدم بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

یہ مشہور ہے کہ زلیخا نے مصر کے خزانے دے کر یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا۔ اُس وقت کہا تھا کہ چند پتھر دیئے ہیں اور جان خرید لی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بہت ہی سستا سودا خریدا ہے۔ کہتے ہیں مَیں بھی اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس مقدس بستی قادیان میں جگہ دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہیں آ گئے اور مکان اُس سے کئی درجہ بہتر دیا۔ بیوی بھی دی اور اولاد بھی دی۔ کہتے ہیں اسی ضمن میں ایک اور بات بھی یاد آئی ہے۔ لکھ دیتا ہوں کہ شاید کوئی سعید الفطرت فائدہ اُٹھائے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک دن مسجد مبارک میں خواجہ کمال الدین صاحب نے کہا کہ مدرسہ احمدیہ میں جو لوگ پڑھتے ہیں وہ مُلّاں بنیں گے، وہ کیا کر سکتے ہیں۔ تبلیغ کرنا ہمارا کام ہے۔ مدرسہ احمدیہ اُٹھا دینا چاہیئے، ختم کر دینا چاہیئے۔ اُس وقت حضرت محمود اولوالعزم (یعنی حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیٹھے تھے) وہ کھڑے ہو گئے اور اپنی اس اولوالعزمی کا اظہار فرمایا اس سکول کو یعنی مدرسہ احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم فرمایا ہے یہ جاری رہے گا اور انشاء اللہ اس میں علماء پیدا ہوں گے اور تبلیغِ حق کریں گے۔ یہ سنتے ہی خواجہ صاحب تو مبہوت ہو گئے اور میں اُس وقت یہ خیال کرتا تھا کہ خواجہ صاحب کو یقین ہو گیا ہے کہ ہم اپنے مطلب میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور دیکھنے والے اب جانتے ہیں کہ اسی سکول کے تعلیم یافتہ فضلاء دنیا میں تبلیغِ احمدیت کر رہے ہیں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد4صفحہ133-132)

حضرت شیخ عبدالوہاب صاحبؓ نومسلم کے بارے میں حبیب احمد صاحب تحریر کرتے ہیں۔ حضرت شیخ صاحب دینی معاملے میں بڑے غیور واقع ہوئے ہیں۔ وہ اَلسِّنُّ بِالسِّنِّ پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مقابلہ کی خاص سپرٹ (spirit) خدا تعالیٰ نے اُن میں رکھ دی ہے۔ مخالفین کے مقابلہ پر سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بڑی دلیری سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ہاں جب کوئی گالیاں دینے لگ جاتا ہے تو خاموش ہو جاتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے اس حکم پر عمل کرتے ہیں۔ ؎ گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 266)

حضرت میاں محمد ظہور الدین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ ہماری بیعت لے کر اندر تشریف لے گئے جب وہ بیعت کرنے آئے تھے۔ ہم پہلی مرتبہ قادیان صرف ایک ہی دن ٹھہرے کیونکہ برادرم منشی عبدالغفور صاحب کی وجہ سے جلدی آنا پڑا کیونکہ وہ ڈرتے ڈرتے ہی گئے تھے کہ لوگوں کو پتہ نہ لگ جائے اُن کے گاؤں میں کہ قادیان گئے ہیں۔ کہتے ہیں لیکن بفضلِ خدا مجھے کسی کا ڈر نہ تھا۔ چاہے کتنے دن اور رہ کر آتا۔ اب جبکہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی ملاقات کا وقت یاد آتا ہے تو بے حد رنج و افسوس ہوتا ہے کہ میں کیوں جلدی چلا آیا...... جب لوگوں کو میرے احمدی ہونے کا پورا یقین ہو گیا تو مجھے بھی تکلیفیں پہنچنے لگیں اور میرا پانی بند کر دیا گیا اور دوکانداروں سے لین دین بند کر دیا گیا اور بھنگی کو بھی منع کر دیا گیا یہاں تک کہ ہمیں دو دو تین تین دن کے فاقے ہونے لگے لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھے اُس نے ثابت قدم رکھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ362)

پھر حضرت میاں غلام محمد صاحبؓ آرائیں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے جبکہ میں بھی ایک مجلس میں اُن کے ساتھ بیٹھا تھا اور یہ بات آج سے (جب انہوں نے یہ لکھوایا ہے، تحریر دی ہے) قریباً ساٹھ سال قبل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ عنوانات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی پیدا ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے۔ جب بھی وہ ظاہر ہو تو فوراً اُن کو قبول کر لینا۔ کیونکہ انکار کا نتیجہ دنیا میں تباہی و بربادی ہوتی ہے۔ اور آخرت میں بھی اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ تمام حاضرین کو بار بار یہ نصیحت کی اور یہ بھی کہا کہ اگر مجھے وہ وقت ملا تو میں سب سے پہلے اُن پر ایمان لاؤں گا۔ مگر خدا کی مصلحت کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ اُس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کیا اور میرے بھانجے رحمت علی نے بیعت کی تو میں نے اُس کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ وہ تو سیّدوں کے گھرانوں میں سے ہوگا۔ جو نشانیاں عام زبان زدِ خلائق تھیں، بتائیں اور کہا کہ تُو تو مرزے کی بیعت کر آیا ہے۔ اس پر اُس نے مجھے کہا کہ اگر اس وقت آپ نے بیعت نہ کی تو بعد میں پچھتاؤ گے۔ ایک دفعہ جا کر اُنہیں دیکھو تو۔ اُن کے بار بار کہنے پر میں قادیان اس خیال سے گیا کہ ہو سکتا ہے یہ سچے ہوں اور میں رہ جاؤں۔ بلکہ میں خود حضرت مسیح موعود سے دریافت کروں گا۔ اگر تسلی ہو گئی تو بیعت کر لوں گا۔ ازاں بعد میں حضرت صاحب کے پاس گیا تو محمد حسن اوجلہ والے نے میرا حضرت صاحب سے تعارف کروایا۔ اس وقت میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور مسجد مبارک میں مفتی محمد صادق صاحب کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ اُس وقت مسجد اس قدر چھوٹی تھی کہ اُس کی ایک صف میں صرف چھ آدمی کھڑے ہو سکتے تھے۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھ گیا اور آپ کے پاؤں دبانے لگا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا کہ میں نے امام مہدی کے متعلق علماء سے سنا ہوا ہے کہ وہ قرعہ شہر یمن میں (یہ آگے مکّہ لکھا ہوا ہے۔ شاید روایت میں غلط لکھا ہوا ہے) مکّہ کے منارے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور امام مہدی جو سیّدوں کے گھر پیدا ہوں گے نیچے اُن کو ملیں گے۔ اور آپ تو مغلوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں۔ یہ کس طرح آپ امام مہدی ہو سکتے ہیں۔ آپ سمجھا دیں تو بیعت کر لوں گا۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری پشت پر ہاتھ رکھا اور مفتی صاحب و مولوی محمد حسن صاحب کو کہا کہ ان کو سمجھائیں۔ مولوی صاحب مجھے لے کر چھاپے خانے (پریس میں) چلے گئے۔ (وہاں جا کے باتیں ہوئیں اور مجھے ساری باتیں سمجھ آ گئیں) تو مَیں نے سمجھ آنے پر مولوی صاحب کو کہا کہ فوراً میری بیعت کروا دیں۔ وہ ظہر کا وقت تھا تو حضرت نے کہا کہ اور سمجھ لو۔ پھر حضور نے میری اور ایک اور شخص کی جو سکھ تھے اور دھرم کوٹ کے رہنے والے تھے، بیعت لی اور اُسی وقت مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کیا کہ میری لڑکی جوان ہے اور اس کی منگنی اپنی ہمشیرہ کے لڑکے سے کی ہوئی ہے۔ (یہاں ایک اور بھی مسئلہ کا حل انہوں نے بتایا ہے جس کے بارہ میں عموماً سوال اٹھتے ہیں کہ ہمشیرہ کے لڑکے سے اُس کی منگنی پہلے ہی کی ہوئی ہے اور وہ غیر احمدی ہے تو اس کے متعلق کیا کروں؟) تو حضور نے فرمایا کہ ایک پاک وجود کا ٹکڑا غیروں کو دینا اچھا نہیں۔ کیونکہ وہ میرے مخالف ہیں اور جو نسل بھی اس سے پیدا ہو گی وہ میری مخالف ہو گی۔ اس پر میں نے کہا کہ حضور منگنی کو ہوئے تو قریباً اٹھارہ سال ہو گئے تو یہ کس طرح ہو گا؟ اس پر حضور نے فرمایا کہ میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ اب تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ اُسی وقت حضور نے حکم دیا کہ اب تمہاری نماز بھی غیروں کے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد میں اپنے گھر آیا اور دوسرے دن اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر اپنے سسرال راچک گیا اور نماز علیحدہ پڑھنی شروع کی تو لوگوں نے کہا کہ یہ کیا مرزائی ہو گیا ہے؟ تو اس پر میں نے اُنہیں بتایا کہ مَیں احمدی ہو گیا ہوں۔ اس پر میرے سسر نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ کچھ عالم لاہور سے یہاں آئے ہیں۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ تیری لڑکی کا نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ اس پر سسر نے اُس عالم کو کہا کہ میری لڑکی کا نکاح کیوں فسخ ہوا، تیری لڑکی کا ہو جائے۔ یہ لڑکا تو نیک ہے۔ کئی فرقے مسلمانوں میں ہیں اور سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ پھر وہ مجھے اپنے گھر لے گئے کہ کہیں لوگ زیادتی نہ کریں اور میرے سالوں نے یعنی بیوی کے بھائیوں نے میری سخت مخالفت کی۔ مَیں نے یہ سمجھ کر کہ کہیں لڑائی نہ ہو جائے، اپنی بیوی کو بتایا کہ مجھے نہ ڈھونڈیں مَیں اپنے گاؤں جا رہا ہوں۔ جب میرے سسر صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے ایک آدمی بھیج کر مجھے واپس بلا لیا۔ میری بیوی نے کہا کہ تو کیوں چلا گیا؟ تو مَیں نے کہا کہ معلوم نہیں کہ تیرا کیا ارادہ ہے اور فتنہ کے ڈر سے چلا گیا تھا۔ اُس وقت میری بیوی نے اپنے بھائیوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ اگر احمدیت کا جھگڑا ہے تو مَیں پہلے احمدی اور وہ یعنی خاوند جو ہے بعد میں احمدی ہے۔ جو تم میری امداد کرتے ہو مجھے اس پر کچھ پرواہ نہیں۔ ہمیں رزق خدا دیتا ہے اس کے ساتھ جاؤں گی۔

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

میرا خدا رازق ہے۔ وہ اُٹھ کر میرے ساتھ چل دی۔ اس کے باپ نے پکڑ لیا اور کہا کہ جب تک مَیں زندہ ہوں، اُس وقت تک تو مَیں دوں گا یعنی اپنے گھر رکھوں گا، جب بھائیوں سے مانگنا پڑے گا اُس وقت تُو جانے یا وہ۔ پھر انہوں نے غلّے کے دو گدھے لدوائے اور کپڑے وغیرہ دیئے اور ہمیں یہاں پہنچایا۔ اُس وقت میرے دو لڑکے ابراہیم، جان محمد اور ایک لڑکی برکت بی بی تھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے جس لڑکی کے متعلق دریافت کرنے پر کہا تھا کہ غیروں سے نکاح کرنا درست نہیں، مَیں نے آتے ہی ایک رات میں سب بندوبست کر کے اُس کا نکاح اپنے گاؤں میں میاں سلطان علی صاحب سیکرٹری سے کر دیا۔ اُس کی وجہ سے میری بیوی کو میری ہمشیرہ کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا خیال تھا مگر حضور کے حکم کو مدّنظر رکھتے ہوئے اس کام کی رضامندی کا اظہار کر دیا اور اُس کو بھیج دیا۔ یعنی احمدی گھر نکاح کر دیا۔ صبح ہوتے ہی لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ غلام محمد بے ایمان ہو گیا ہے اور میرے چند رشتہ داروں نے جو غیر احمدی تھے مجھے سخت ایذائیں دیں، بڑی تکلیفیں دیں اور بہت زیادہ مارا پیٹا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 1صفحہ82تا84)

حضرت حافظ نبی بخش صاحبؓ فرماتے ہیں کہ میرا بڑا لڑکا عبدالرحمٰن جو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا، 1907ء میں سکول میں ہی فوت ہو گیا۔ اُس کی سخت بیماری کی خبر سن کر میں باہر سے آیا۔ حضرت مولوی نورالدین اعظمؓ اس کا علاج فرما رہے تھے۔ میں حضرت صاحب کے پاس گیا۔ حضور نے اپنے پاس سے کچھ گولیاں دیں کہ دودھ میں گھس کر دو۔ (گھول کر دے دو۔) ابھی یہ گولیاں نہ کھلائی تھیں کہ وہ فوت ہو گیا۔ میں نے نعش کو فیض اللہ چک لے جانے کی اجازت طلب کی جو دے دی گئی۔ دوسرے جمعہ پر میں جب پھر قادیان گیا تو مجھے دور سے دیکھ کر فرمایا میاں نبی بخش آ جاؤ۔ اُس وقت بڑے بڑے آدمی حضور کے پاس بیٹھے تھے لیکن حضور نے مجھ حقیر ناچیز کو اپنی دائیں طرف بٹھایا اور فرمایا میاں نبی بخش معلوم ہوتا ہے آپ نے بڑا صبر کیا ہے۔ میری کمر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ہم نے آپ کے لئے بہت دعا کی ہے اور کرتا رہوں گا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نعم البدل دے گا۔ (چنانچہ پھر اُن کی اولاد بھی ہوئی۔)

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 304-303)

وقت ہے تو کچھ دینی غیرت کے واقعات بھی ہیں جو پیش کرتا ہوں۔

حضرت ڈاکٹر محمد طفیل خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ شان تھی کہ جس کسی نے بھی حضور کی ذلت و رسوائی چاہی وہ سزا سے نہ بچ سکا۔ ایک مولوی غوث محمد صاحب ساکن بھیرہ مشن سکول بٹالہ میں عربک ٹیچر تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے اپنے مدرسے کے مسلم سٹاف کے روبروسیدنا حضرت صاحب کی شان میں سخت گستاخانہ کلمات منہ سے نکالے۔ مجھے اُن کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری۔ میں اُن کی اس نازیبا حرکت کی شکایت کے لئے مسٹر بی ایم سرکار ہیڈ ماسٹر کے پاس گیا۔ لیکن وہاں پہنچنے پر برق کی طرح (جب دروازے پر پہنچا تو کہتے ہیں بجلی کی طرح) میرے دل میں خیال آیا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب تو مسیحی ہیں، عیسائی ہیں۔ باعتبار مذہب اُن کو مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ دوسرے لوگوں سے بہرحال اُن کو زیادہ ہمدردی ہے کیونکہ اُن کے وجود سے اُن کے مذہب کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔ اس لئے وہ قصور میری طرف ہی منسوب کریں گے۔ مَیں رُک گیا لیکن اُسی وقت میرا دل اللہ کریم سے دعا کی طرف مائل ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ مولیٰ کریم! اس شخص نے گو حضور کے...... پیارے مرسل (یعنی اللہ تعالیٰ کو کہا کہ تیرے پیارے مرسل) کے متعلق سخت گستاخی کے الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ جہالت اور عدمِ علمی کی وجہ سے اُس کے منہ سے ایسے الفاظ نکل گئے ہوں اور حقیقت کے معلوم ہونے پر تائب ہو جائے۔ اس لئے اللہ کو درخواست کی کہ تیرے حضور، تیری درگاہ سے یہ چاہتا ہوں کہ حضور اُن کو کوئی ایسا نشان دکھائیں جو ان کے لئے عبرت کا تو باعث ہو لیکن اس میں اُن کے لئے کوئی سزا مقدر نہ رکھی جائے۔ (عبرت بھی ہو لیکن سزا بھی نہ ہو یہ شرط رکھی۔) تو خدا تعالیٰ نے اُس کو یہ نشان دکھایا کہ ریل میں سفر کرتے اُن کا ڈیڑھ دو ماہ کا بچہ کئی دفعہ اپنی ماں کی گود سے گرا اور گر کر اُچھلا اور گاڑی کے فرش پر بھی گرا لیکن چوٹ سے محفوظ رہا۔ جب انہوں نے اس حادثے کا اپنے سفر سے واپسی پر احباب میں ذکر کیا تو میں نے اُن کو بتایا کہ آپ کے اُس دن کے واقعہ کے بعد میں نے دعا کی تھی کہ آپ کو کوئی ایسا نشان دکھایا جائے جس میں آپ مضرت سے محفوظ رہیں۔ یعنی کہ اُس کے نقصان سے محفوظ رہیں۔ اس دعا کے مطابق خدائے کریم نے آپ کو نشان دکھا تو دیا ہے اس کی قدر فرمائیں۔ لیکن انہوں نے شوخی سے جواب دیا کہ یہ اتفاق ہے۔ میں کسی نشان کا قائل نہیں ہوں۔ چونکہ اس نشان سے انہوں نے فائدہ نہ اُٹھایا۔ خدا نے اُن کو پھر اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ بخار میں اچانک مبتلا ہو گئے اور اسی بخار سے مر گئے لیکن مرنے سے پہلے اُن کو واضح ہو گیا کہ یہ سزا اُن کو اُن کی بدزبانی کی وجہ سے ملی ہے۔ اس لئے اپنی خطرناک حالت میں انہوں نے مجھے بار بار بلایا اور میرے جانے پر وہ کہنے لگے کہ آخر آپ نے میری شکایت کر دی۔ حالانکہ آپ نے کہا تھا کہ میں شکایت نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے اپنی غلطی کا پتہ لگ گیا ہے اور اب مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ ہی سچے تھے اور مَیں جھوٹا تھا''۔ (کم از کم یہ شرافت تو مرتے مرتے انہوں نے دکھائی۔)

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ156ڈ)

حضرت حافظ مبارک احمد صاحب لیکچرر جامعہ احمدیہ قادیان حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کے الفاظ میں روایت بیان کرتے ہیں کہ مولوی خان ملک صاحب اپنی شہرت کے لحاظ سے تمام پنجاب بلکہ ہندوستان میں بھی مشہور تھے اور اکثر علماء اُن کے شاگرد تھے لیکن باوجود اس عزت اور شہرت کے نہایت سادہ مزاج اور صوفی منش تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کوئی سخت لفظ نہیں سن سکتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جلال پور شریف والے پیر مظفر شاہ صاحب نے اُن کو اپنے صاحبزادوں کی تعلیم کے لئے بلایا لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایک سخت کلمہ کہا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مَیں آپ کے بچوں کو پڑھانے کے لئے تیار نہیں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ169)

حضرت منشی امام الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے جب مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین نے مسجد مبارک کے نیچے دیوار کھینچ کر راستہ بند کر دیا تو احمدیوں کو اس سے بہت تکلیف پیدا ہو گئی جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عدالت میں چارہ جوئی کا ارشاد فرمایا۔ اس موقع پر مجھے اور اخویم منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی کو بھی ارشاد فرمایا کہ تم اپنے حلقوں میں سے ایسے ذی عزت لوگوں کی شہادت دلواؤ جو دیوار کے گزرنے سے پہلے اس راستہ سے گزرتے ہوں۔ چنانچہ میں اپنے حلقہ سے فقیر نمبردار لوہ چپ کو قادیان لایا کیونکہ یہاں ہی جیوری آئی ہوئی تھی۔ چنانچہ اُس نے شہادت دی کہ بندوبست کے دنوں میں ہم یہاں آتے رہے ہیں اور اس راستہ سے گزرتے رہے ہیں۔ بعض دفعہ گھوڑوں پر سوار ہوا کرتے تھے۔ مرزا نظام الدین نے اس سے شہادت سے پہلے دریافت کیا کہ تم شہادت کے لئے آئے ہو۔ فقیر نمبردار نے جواب دیا ہاں۔ اس پر مرزا نظام الدین نے اُس سے سخت کلامی کی جس کے جواب میں فقیر نے کہا کہ مرزا صاحب اگر آپ مجھے گالیاں دیں گے تو جب آپ ہمارے علاقہ میں شکار کے لئے نکلیں گے تو ہم اس سے بھی زیادہ سختی آپ پر کریں گے جس پر وہ خاموش ہو گئے۔ اُس واقعہ کے بعد مرزا نظام الدین جو کہ میرے پہلے سے واقف تھے بوجہ ناراضگی ایک سال تک نہ بولے۔ (ان سے بات نہیں کی) ایک سال کے بعد میں اتفاقاً گورداسپور گیا ہوا تھا اور عدالت کے باہر ایک عرضی نویس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں مرزا نظام الدین بھی آ گئے اور کہنے لگے۔ منشی صاحب! آپ مجھ سے ناراض کیوں ہیں اور بولتے کیوں نہیں؟ مَیں نے کہا میں آپ کے ساتھ اگر بات کروں اور آپ ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں سخت کلامی کریں تو مجھے تکلیف ہو گی۔ کہنے لگے مَیں اُن کو بزرگ سمجھتا ہوں۔ اُن کی وجہ سے مجھے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ مَیں نے اپنے باغ کی لکڑی ہزاروں روپے میں فروخت کی ہے اور اب سبزی سے ہزاروں روپے کی آمد ہوتی ہے۔ اُن کے یہ بھی الفاظ تھے کہ اب مجھے ولایت کی طرح آمد ہوتی ہے۔ (یعنی بہت زیادہ آمد ہوتی ہے۔ تو پھر) مَیں نے کہا کہ ٹھیک ہے اگر آپ کے یہ خیالات ہیں تو مَیں صلح کرتا ہوں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ319تا 321)

خلیفہ نورالدین صاحب سکنہ جمّوں فرماتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی احمدیت سے بہت پہلے کے میرے دوست تھے۔ ایک دفعہ وہ چینیاں والی مسجد لاہور میں نماز پڑھا رہے تھے کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور اپنی علیحدہ نماز ادا کی۔ مولوی صاحب نماز سے فارغ ہو کر مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر سمجھے کہ شاید میں نے اُن کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اور بہت خوش ہوئے۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جو بھی مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہ آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا تو الگ رہا مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی غیر احمدی میرے پیچھے نماز پڑھے۔ مولوی صاحب یہ سن کر بڑے متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ دوسرے احمدیوں کا تو یہ عقیدہ نہیں اور وہ تو اپنے پیچھے کسی غیر احمدی کو نماز پڑھنے سے نہیں روکتے۔ (ہر ایک کا اپنا اپنا مزاج اور سوچ ہوتی ہے۔ اچھا واقعہ ہے۔) میں نے کہا مولوی صاحب خدا فرماتا ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى (التوبۃ:113) کہ نبی اور مومنوں کو چاہئے کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت نہ طلب کیا کریں، اگرچہ وہ اُن کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ کیا آپ کے عقائد مشرکانہ نہیں؟ مجھے تو آپ کے عقائد مشرکانہ لگتے ہیں اور یوں بھی مَیں بحیثیت امام اپنے غیر احمدی مقتدی کے لئے کیا دعا کروں گا کہ یا اللہ مجھے بخش اور اس کو بھی بخش دے جو تیرے مسیح کا منکر ہے اور اُسے گالیاں دیتا ہے۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا تو حضور ہنس پڑے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 12صفحہ82-81)

محمد نذیر فاروقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ کئی سال گزرنے کے بعد 1908ء میں خود اپنے گاؤں اور گردونواح میں حکیم صاحب کی مخالفت نے زور پکڑا اور ایسی تکالیف رونما ہوئی کہ جن کی تفصیل کے لئے ایک اچھے خاصے وقت کی ضرورت ہے۔ لیکن اس امر کا اظہار موجب خوشی ہے کہ ہر ایسی تکلیف میں وہ ثابت قدم رہے اور اپنی خودداری اور غیرت کو کبھی بھی ملیا میٹ نہ ہونے دیا جس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے حکیم صاحب کی مالی حالت کو بہتر سے بہتر بنا دیا اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے تھے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 12صفحہ236)

حضرت شیخ زین العابدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں قریب البلوغ تھا کہ

حضرت صاحب کے پاس قادیان آیا۔ ابھی نیا نیا نوجوان تھا۔ بلوغت کی عمر کو پہنچ رہا تھا۔ حضور نے فرمایا میاں زین العابدین! کیا ابھی تک آپ کی شادی کا کوئی انتظام ہوا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! منگنی ہوئی تھی مگر میرے احمدیت کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ مسکرا کے فرمایا کہ تم نے تو ابھی تک بیعت نہیں کی پھر احمدیت کی وجہ سے کیسے رشتہ نہ ہو سکا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو کافر کہو اور مَیں یہ کہہ نہیں سکتا۔ مَیں نے اُنہیں جواب دیا تھا کہ اگر تم ایک لڑکی کی بجائے دس لڑکیاں دو تو بھی مَیں مرزا صاحب کو ولی اللہ ہی کہوں گا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جو کچھ کرے گا بہتر کرے گا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 60-59)

اللہ تعالیٰ ان تمام صحابہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں میں بھی صبر اور استقامت اور ثباتِ قدمی جاری فرمائے اور احمدیت اور خلافت سے ہمیشہ ان کا پختہ تعلق رہے۔

آج ابھی نمازِ جمعہ کے بعد میں ایک دو جنازے پڑھاؤں گا جن میں سے ایک جنازہ حاضر ہے جو مکرمہ امۃ الحفیظ خانم صاحبہ اہلیہ مکرم شمس الحق خان صاحب مرحوم کا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا وہ رہنے کے لئے یہاں آئی تھیں۔ اور ان کا کیس وغیرہ بھی پاس ہو گیا تھا، لیکن بہر حال 8/اپریل کو اُن کی اکاسی سال کی عمر میں وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ لمبا عرصہ کوئٹہ کی صدر لجنہ رہی ہیں۔ ان کو بڑی لمبی توفیق ملی ہے۔ پھر اُس کے بعد لاہور آئی ہیں تو وہاں اپنے حلقے کی صدر رہی ہیں۔ تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ یہاں بھی جب آئی ہیں تو اس عمر میں بھی کوشش یہ تھی کہ انگریزی کے چند فقرے سیکھ لیں تا کہ تبلیغ کر سکیں۔ بڑی نیک، دعا گو، نمازوں کی پابند، نوافل کی پابند، خدمتِ خلق کرنے والی اور اس کے جذبے سے سرشار خاتون تھیں۔ غریبوں کی ہمدرد تھیں۔ خلافت سے بھی غیر معمولی اور والہانہ محبت تھی۔ بڑی اخلاص اور وفا سے پُر تھیں۔ بچوں کی تربیت کا بہت خیال رکھتی تھیں اور اُنہیں ہمیشہ خلافت اور نظامِ جماعت کی تلقین کرتی تھیں۔ ایک بٹا آٹھ (1/8) حصہ کی موصیہ تھیں۔ ان کی حالت تو مَیں نے دیکھی ہے جماعت سے اور خلافت سے جو وابستگی ہے اس میں یہ بہتوں کے لئے نمونہ تھیں۔ پسماندگان میں ان کی چار بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ ڈاکٹر مجیب الحق خان صاحب جو ہمارے یہاں لندن ریجن کے زعیم اعلیٰ ہیں ان کی یہ بڑی ہمشیرہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی تربیت کی ہی وجہ ہے کہ ان کی اولاد کا بھی جماعت اور خلافت سے بے انتہا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو بھی بڑھاتا چلا جائے اور اُن کی نسلوں میں بھی جاری رکھے تا کہ یہ جو تعلق ہے اور جماعت سے وابستگی ہے یہ اس وجہ سے مرحومہ کی روح کے لئے بھی تسکین کا باعث بنتا رہے۔ ان کا ابھی نمازِ جنازہ جمعہ کے بعد ہو گا۔ مَیں باہر جا کر پڑھاؤں گا۔ احباب یہیں صفیں درست کر لیں۔

دوسرا جنازہ مکرم سید محمد احمد صاحب کا ہے جو سید محمد افضل صاحب رضی اللہ عنہ صحابی کے بیٹے تھے اور ان کی والدہ استانی سردار بیگم صاحبہ نے بھی لمبا عرصہ سکول میں جماعت کی خدمت کی ہے۔ صحابیہ تو نہیں تھیں۔ بیعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کر لی لیکن دیکھا نہیں تھا، بلکہ شاید اپنے خاوند سے پہلے بیعت کی تھی۔ سید محمد احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے صاحبزادے مرزا خلیل احمد صاحب کے رضاعی بھائی بھی تھے اور حضرت ام طاہر کی بیٹی صاحبزادی امۃ الباسط ان کے دوسرے بھائی کی رضاعی بہن تھیں۔ ان کے ایک بیٹے منور احمد صاحب ہیں جو صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کے داماد ہیں اور ایک بیٹے ڈاکٹر سید مظفر احمد صاحب یہیں اسکنتھورپ میں ڈاکٹر ہیں۔ ایک امریکہ میں ہیں۔ اسی طرح ان کے باقی بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی جماعت سے وابستہ رکھے اور نسلوں کو بھی خدمت کی توفیق دے۔ خود بھی یہ بائیس سال اپنے حلقہ ڈیفنس لاہور میں صدر رہے ہیں۔ انہوں نے جماعت کی خدمت کی ہے اور بڑی محنت سے انہوں نے وہاں گیسٹ ہاؤس کا ایک کمپلیکس خود نگرانی میں اور کم خرچ میں تعمیر کروایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے۔ ان کا جنازہ غائب ہے جو حاضر جنازے کے ساتھ ہی پڑھا جائے گا۔

بقیہ: خطاب جلسہ سالانہ یوکے از صفحہ 16

پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محلِ ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواضع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ حملوں سے متنبّہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوق العباد کا بھی لحاظ رکھنا یہ وہ طریق ہے کہ انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ لِبَاسُ التَّقْوٰی قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتّی الوسع رعایت رکھے۔ یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بمقدور کاربند ہو جائے''۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد نمبر 21 صفحہ 209-210)

پس یہ وہ معیار ہے جو اگر حاصل ہو جائے تو معاشرے کو بہت سے مسائل سے بچا لیتا ہے۔ یہ وہ معیار ہے جو ہمارے اندر پیدا ہو جائے تو ہماری دنیا بھی دین بن جاتا ہے۔ ہماری ہر خواہش جو بھی ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے کی کوئی خواہش ایسی نہیں ہوتی جو صرف دنیا میں پڑے رہنے سے حاصل ہو۔ اور یہ تقویٰ اگر حاصل ہو جائے تو پھر معاشرے کی بنیادی اکائی مرد اور عورت ہیں جو گو مختلف صنف سے اُن کا تعلق ہے لیکن میاں بیوی کے رشتے میں منسلک ہونے کے بعد ایک اکائی بن جاتے ہیں۔ یہی وہ رشتہ اور جوڑ ہے جس سے آگے نسل چلتی ہے۔ اگر اس اکائی میں تقویٰ نہ ہو، اس جوڑے میں تقویٰ نہ ہو تو پھر آئندہ نسل کے تقویٰ کی بھی ضمانت نہیں اور معاشرے کے اعلیٰ اخلاق اور تقویٰ کی بھی ضمانت نہیں، کیونکہ ایک سے دو اور دو سے چار بن کے ہی معاشرہ بنتا ہے۔ پس ایک مومن جب تقویٰ کی تلاش میں ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ اپنی نسلوں کے لئے بھی، اپنے معاشرے کے لئے بھی۔ اور جب اس بنیادی اکائی میں یہ تقویٰ ہو گا تو آئندہ نسل میں بھی تقویٰ کی ضمانت بن جائے گی اور پھر معاشرے کے تقویٰ کی ضمانت ہو گی۔ اعلیٰ اخلاق معاشرے میں ہمیں نظر آئیں گے۔

پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تقویٰ سلامتی کا تعویذ ہے۔ پس اگر تو آپ سلامتی چاہتی ہیں اور یقیناً ہر شخص چاہتا ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ہو، یا مذہب پہ یقین نہ بھی رکھتا ہو تو وہ یہ چاہتا ہے کہ سلامتی کے حصار میں ہو۔ اُس کو سلامتی پہنچتی رہے۔ دوسرے کو چاہے وہ سلامتی پہنچانے والا ہو نہ ہو، اپنے لئے وہ سلامتی چاہتا ہے۔ ایک بدمعاش ہے، ایک چور ہے، ایک ڈاکو ہے، وہ دوسرے کو بیشک نقصان پہنچاتا ہوا اپنے آپ کو وہ چاہے گا کہ ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہوں۔ پس جب ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ اُس کو سلامتی ملے اور اُس کو کوئی نقصان نہ پہنچے، اُس کے دن اور رات خیریت اور عافیت سے گزریں، ہر دشمن سے وہ محفوظ رہے، ہر پریشانی سے بچتا رہے، اُس کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے، تو پھر ایک مومن اگر یہ چاہتا ہے تو اُس کے لئے یہ راستہ ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم پر یہ نکتہ واضح فرمایا ہے کہ اگر تم سلامتی چاہتے ہو تو تقویٰ کو اختیار کرو کہ تقویٰ ہی سلامتی کا ایک تعویذ ہے جو تمہاری سلامتی کی ضمانت ہے۔ تم تقویٰ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا''۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 22)

پس جس کے لئے خدا جاگے اور اُس کی ہر شر سے حفاظت فرمائے تو وہ سلامتی کے ایک ایسے زبردست حصار میں آ جاتا ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں توڑ سکتی۔ لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآنِ کریم میں فرمایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی وضاحت فرمائی ہے کہ اس سلامتی کے لئے تقویٰ شرط ہے۔ خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے ہر برائی سے بچنا ضروری ہے اور ہر نیکی کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ جب حقیقی رنگ میں خدا کا خوف پیدا ہو جائے تو پھر بدیوں سے انسان بچتا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کی قوت بخشتی ہے اور جب یہ قوت حاصل ہو جائے تو پھر انسان کے پاس وہ انمول تعویذ آ جاتا ہے جو سلامتی کی ضمانت ہے۔ انسان ایک ایسے مضبوط قلعے میں آ جاتا ہے جس کے اردگرد خدا تعالیٰ نے پہرہ بٹھایا ہوا ہے جس تک کوئی شیطانی حربہ نہیں پہنچ سکتا۔ شیطانی خیالات اور جذبات اُسی وقت اُبھرتے ہیں جب انسان خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، جب خدا تعالیٰ کا خوف نہیں رہتا۔ پس اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہو تو کبھی کوئی ایسی حرکت انسان سے سرزد نہیں ہو سکتی جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہو اور دنیا کے امن کو برباد کرنے والی ہو، اپنے معاشرے کے امن کو برباد کرنے والی ہو، اپنے گھروں کے سکون اور امن کو برباد کرنے والی ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''تم اس قلعہ میں آ کر بہت سے فتنوں سے بچ جاتے ہو، محفوظ ہو جاتے ہو۔ فضول اور خطرناک جھگڑوں سے بچ جاتے ہو۔

پس آج کے معاشرے میں ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم لغویات اور فضولیات سے بچیں۔ اپنی زندگیوں میں امن و سکون پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے انسان کو مختلف قسم کے فتنوں سے بچنے، فتنوں اور خطرناک جھگڑوں سے بچنے اور بچانے کے راستے سکھائے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے انسان ان راستوں پر توجہ نہ دے کر اپنی زندگیوں کو برباد کر لیتا ہے۔ اس خوبصورتی سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایک مومن اور مومنہ کے لئے مہیا فرمائی ہے۔ جو ایک مومن اور مومنہ کا طرّہ امتیاز ہونا چاہئے جو اس کے حسن کو چار چاند لگا دے۔

کپڑے یا ظاہری حسن کوئی چیز نہیں ہے۔ اصل حُسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ عورت کو اپنے حسن اور زینت کا بڑا خیال رہتا ہے لیکن بہت سی ایسی ہیں جو اپنی اصل زینت سے بے خبر رہتی ہیں۔ میک اَپ کرنے سے، کپڑے پہننے سے، زیور پہننے سے زینت نہیں ملتی۔ اصل زینت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے۔ اُس حسن سے بے خبر رہتی ہیں جس سے اُن کا حسن و زینت کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور جو آزادی حاصل کر کے نہیں ملتی۔ اس معاشرے کی فضولیات میں گم ہو کر نہیں ملتی۔ جو حجاب ختم کر کے نہیں ملتی۔ جو سر ننگے کرنے سے نہیں ملتی۔ جو اپنے خاوندوں کے سامنے دنیاوی خواہشات پیش کرنے سے نہیں ملتی۔ یا مَردوں کے لئے بھی ایک زینت ہے، مَردوں کو وہ زینت، فیشن ایبل عورت سے رشتہ کرنے سے نہیں ملتی، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے سے ملتی ہے۔ آجکل مغرب کے زیرِ اثر ہو کر ہماری بعض عورتیں بھی اس قسم کا اظہار کر دیتی ہیں کہ شاید یہی زینت ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ زینت تقویٰ کا لباس پہننے سے ملتی ہے۔ اور لباسِ تقویٰ اُن کو میسر آتا ہے جو اپنے ایمانی عَہدوں اور اَمانتوں کو اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں چاہے وہ مَرد ہوں یا عورتیں ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اپنے جسم کے تمام اعضاء کو جو ظاہری اعضاء ہیں ان امانتوں کا حق ادا کرنے والا بناؤ۔ ہر مرد اور عورت کا کام ہے کہ اپنے کان، آنکھ، زبان اور ہر عضو کے

استعمال کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر کے استعمال کریں۔اب عائلی جھگڑوں میں دیکھا گیا ہے کہ زبان، کان، آنکھ جو ہیں بہت بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔مرد ہیں تو وہ ان کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔عورتیں ہیں تو وہ ان کا صحیح استعمال نہیں کر رہیں۔مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ مَیں اکثر اُن جوڑوں کو جو کسی نصیحت کے لئے کہتے ہیں یہ کہا کرتا ہوں کہ ایک دوسرے کے لئے اپنی زبان، کان، آنکھ کا صحیح استعمال کرو تو تمہارے مسائل کبھی پیدا نہیں ہوں گے۔زبان کا استعمال اگر نرمی اور پیار سے ہو تو کبھی مسائل پیدا نہ ہوں۔اسی طرح اب عموماً دیکھا گیا ہے چاہے وہ مَرد ہیں یا عورتیں ہیں، جب مقدمات آتے ہیں، جھگڑے آتے ہیں تو یہ مَرد یا عورت کی زبان ہے جو ان جھگڑوں کو طول دیتی چلی جاتی ہے۔اور ایک وقت ایسا آتا ہے جب پھر انہوں نے فیصلہ کر لیا ہوتا ہے یا فیصلہ کرنے کی طرف جاتے ہیں کہ ہم اکٹھے نہیں رہ سکتے۔اسی طرح دونوں طرف کے رحمی رشتوں یا دوسری ایسی باتوں کو جن کے سننے سے کسی قسم کی بھی تلخی کا احتمال ہو اُن سے اپنے کان بند کر لو۔بعض دفعہ اگر ایک شخص یا ایک فریق کوئی غلط بات کرتا ہے تو دوسرا بھی اُس کو اسی طرح تُرکی بہ تُرکی جواب دیتا ہے۔اگر جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے تھوڑے وقت کے لئے کان بند کر لئے جائیں تو بہت سارے مسائل وہیں دب سکتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ مرد یا عورتیں عادی جھگڑنے والے ہوں اُن کے علاوہ عموماً جھگڑے نہیں ہوتے۔پس کان بند کرو، امن میں آ جاؤ گے۔

مَیں ایک واقعہ بتایا کرتا ہوں اور یہ سچا واقعہ ہے کہ ایک خاوند اور بیوی جھگڑا کر رہے تھے۔ایک چھوٹی بچی اُن کو دیکھ رہی تھی اور بڑی حیران ہو کر دیکھ رہی تھی۔تھوڑی دیر بعد اُن دونوں کو خیال آیا کہ ہم غلط کام کر رہے ہیں۔اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے ویسے ہی بچی سے پوچھا کہ کیا تمہارے ماں باپ نہیں لڑتے، اُمی ابا نہیں لڑتے یا ایک دوسرے سے سختی سے نہیں بولتے؟ یا ناراض نہیں ہوتے؟ اُس نے کہا: ہاں۔اگر میرے باپ کو غصہ آتا ہے تو میری ماں خاموش ہو جاتی ہے اور ماں کو غصہ آتا ہے تو باپ خاموش ہو جاتا ہے تو ہمارے ہاں لڑائی آگے نہیں بڑھتی۔تو پھر اس سے یہ نیک اثر بھی بچوں پر پڑتا ہے۔ایک دوسرے کی برائیوں کو دیکھنے کے لئے آنکھیں بند رکھو اور ایک دوسرے کی اچھائیاں دیکھنے کے لئے اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔آخر ہر شخص میں چاہے وہ عورت ہے یا مرد ہے اچھائیاں بھی ہوتی ہیں، برائیاں بھی ہوتی ہیں۔مَیں نے دیکھا ہے عموماً مَرد پہل کرتے ہیں کہ اُن کو عورتوں کی برائیاں نظر آنی شروع ہو جاتی ہیں اور پھر جواباً جب عورتیں برائیاں تلاش کرنا شروع کرتی ہیں تو اتنی دور تک نکل جاتی ہیں کہ پھر واپسی کے راستے نہیں رہتے۔پھر ایسی ناجائز چیزوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے جن سے تمہارے تقویٰ پر حرف آتا ہو۔پھر گھر کے مسائل جن سے آپس کے اعتماد کو ٹھیس لگتی ہے اگر آنکھوں کی پاکیزگی رکھو تو پھر یہ ٹھیس نہیں لگتی اور یہ مسائل ختم ہو جاتے ہیں۔پھر اپنے دل کو ناجائز باتوں کی آماجگاہ نہ بننے دو۔اس کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھرے رکھو تو پھر کبھی مسائل نہیں پیدا ہوتے۔کبھی شیطان چور دروازے سے دل میں داخل ہو کر گھروں میں فساد نہیں کرتا۔شیطان کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جس کا پتہ لگ جائے کہ کس طرح آیا ہے؟ ہر بُری صحبت، ہر بُرا دوست جو تمہارے گھر کو برباد کرنے کی کوشش کرے، جو خاوند کے خلاف یا ساس کے خلاف یا نند کے خلاف یا خاوند کو بیوی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرے، یا کوئی ایسی چھوٹی سی بات کر دے جس سے دل میں بے چینی پیدا ہو جائے تو وہ شیطان ہے۔پس ایسے شیطانوں کا خیال رکھنا ہر مومنہ اور مومن کا فرض ہے۔اور پھر جب یہ اعتماد قائم ہو جاتا ہے تبھی اس بندھن کی جو بنیاد ہے وہ مضبوط ہو جاتی ہے۔اگر یہ اعتماد ختم ہو جائے تو وہی محل جو پیار اور محبت کے عہد کے ساتھ تعمیر کیا گیا ہوتا ہے زمین بوس ہو جاتا ہے بلکہ کھنڈر بن جاتا ہے۔

پس ایک مومن جہاں اپنے خدا سے کئے گئے عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے وہاں مخلوق کے عہد کو بھی پورا کرنے کی بھرپور کوشش ہوتی ہے۔جیسا کہ مَیں نے کل بھی کہا تھا کہ حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر حقوق اللہ کی ادائیگی کے معیار حاصل نہیں ہو سکتے۔اُس میں بھی بال آنے لگ جاتے ہیں، کریک آ جاتے ہیں اور جب کسی برتن میں ایک دفعہ کریک (Crack) آ جائے تو پھر وہ آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔پس حقوق العباد کی ادائیگی بھی بہت ضروری ہے۔اور حقوق العباد میں خاوند اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔معاشرے اور اگلی نسل کی بہتری کے لئے ان کی بہت اہمیت ہے اس لئے ان کو بجا لانا ایک حقیقی مومن کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اس لئے توجہ دلائی ہے اور یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے نکاح کے موقع پر رکھی ہیں کہ تقویٰ پر قائم ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو، تبھی تم خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی بھی صحیح رنگ میں ادائیگی کر سکو گے۔اور اپنے معاشرے کی امانتوں اور عہدوں کی بھی صحیح طرح ادائیگی کر سکو گے۔پس ہر مومن اور مومنہ کو یاد رکھنا چاہئے، ہر احمدی عورت اور مرد کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اپنے عہد کے دعوے کو تبھی پورا کرنے والے بن سکتے ہیں جب اپنے ہر رشتے کی جو بنیاد ہے اُس کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔

شادی کا پاک رشتہ جہاں خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے کی تسکین کے سامان کے لئے قائم فرمایا ہے وہاں انسانی نسل کے چلانے کا ذریعہ بھی ہے۔اور پھر اس سے وہ نسل پیدا ہو گی جس کی اگر صحیح تربیت کی جائے تو پھر وہ معاشرے کے امن کی ضمانت بن جاتی ہے۔صرف جسمانی تسکین اور نسل چلانا ہی کام نہیں ہے۔یہ تو جانوروں میں بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو اس کے کچھ لوازمات بھی ہیں۔انسان کے لئے اس کے ساتھ ذہنی تسکین بھی ہے۔اس لئے رشتوں کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفو کا بھی خیال رکھو اور کفو میں بہت ساری چیزیں آ جاتی ہیں۔خاندان بھی آ جاتے ہیں، تعلیم بھی آ جاتی ہے۔لیکن اس کو بہانہ بنا کر پھر رشتے نہ کرنے یا رشتے توڑنے کے بھی جواز پیدا کر لئے جاتے ہیں۔اگر تقویٰ پر چلا جائے تو پھر یہ بہانے نہیں بنتے۔پھر صحیح فیصلے کئے جاتے ہیں۔پھر علمی تسکین بھی ہے جو رشتوں سے حاصل ہوتی ہے۔روحانی سکون کے سامان بھی ہیں جو ان رشتوں سے میسر آتے ہیں۔اگر مرد اور عورت میں ہم آہنگی ہو تو اس میں اگلی نسلوں کی ذہنی، روحانی اور علمی تربیت کے سامان بھی بہت ہو رہے ہوتے ہیں۔پس ایک مرد اور عورت جو ایک خاندان کی بنیاد ڈالنے والے ہوتے ہیں وہ ایک معاشرے کی بنیاد ڈال رہے ہوتے ہیں۔ایک قوم کو اچھا یا برا بنانے کی بنیاد ڈال رہے ہوتے ہیں۔پس اس طرف بہت غور کرنے کی ضرورت ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے پانچ جگہ نکاح کے موقع پر تقویٰ کا لفظ استعمال کر کے ہمیں اس کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تمہارا ہر فعل، تمہارا ہر قول، تمہارا ہر عمل صرف اپنی ذات کے لئے نہ ہو بلکہ تقویٰ پر بنیاد رکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اللہ کے بھی حقوق ادا کرنے والا ہو اور ایک دوسرے کے بھی حقوق ادا کرنے والا ہو۔اور پھر جب یہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ نسل پیدا ہوتی ہے جو ماں باپ کے لئے دعائیں کرنے والی ہوتی ہے۔جیسا کہ قرآنِ کریم میں بھی ذکر ملتا ہے کہ اس نیک تربیت کی وجہ سے جو اُن کے ماں باپ نے بچوں کی کی ہوتی ہے، وہ یہ دعا مانگ رہے ہوتے ہیں کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25)۔کہ اے میرے ربّ! اُن پر رحم فرما کہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی ہے۔صرف پالا نہیں ہے، میری تعلیم اور تربیت کی طرف بھی توجہ دی ہے۔میری روحانی بہتری کی طرف بھی توجہ دی ہے۔میری اخلاقی تربیت کی طرف بھی توجہ دی ہے۔میری دنیاوی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی ہے تا کہ میں معاشرے کا ایک فعال حصہ بن جاؤں۔لیکن جن گھروں میں، عورتوں کی طرف سے بھی، مردوں کی طرف سے بھی جھگڑے ہوتے رہیں، جن گھروں میں صرف اپنی اَناؤں کی باتیں ہوتی رہیں وہاں پھر ایسے لوگ پیدا نہیں ہوتے اِلّا ماشاءاللہ، سوائے اس کے کہ بعض گھر ایسے ہوتے ہیں جہاں پھر بچے reaction دکھا رہے ہوتے ہیں اور اپنے ماں باپ سے جس کی بھی زیادتی ہو، ماں کی یا باپ کی، اُس سے متنفر ہو جاتے ہیں، گھروں سے چلے جاتے ہیں اور خود اپنی تربیت کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں، گو ایسے بہت کم ہوتے ہیں۔پس اپنی نسلوں کو بچانے کے لئے بہت ضروری ہے کہ صرف اپنی ذات کو اپنا محور نہ بنائیں بلکہ اپنے خیالات کو، اپنے جذبات کو قربان کرنے کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔تبھی ایک حسین معاشرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

اس دعا کا خیال بھی ایک ایسے مومن بچے کو ہی آ سکتا ہے۔ایک ایسے شخص کو ہی آ سکتا ہے جو اس بات کا ادراک رکھتا ہو کہ تقویٰ کیا ہے؟ اور پھر اُس کو پتہ لگتا ہے کہ تقویٰ یہی ہے کہ مَیں اپنے والدین کے احسانوں کا شکر گزار بنتے ہوئے اُن کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد مانگوں، دعا مانگوں، اُن کی بہتری کی دعا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے بکثرت مرد و عورت پھیلائے ہیں اور کافروں کے ذریعے سے بھی پھیلائے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تمہیں جو کثرت سے مرد اور عورت کی صورت میں پھیلایا گیا ہے تو تقویٰ اختیار کرو۔یعنی کہ وہ خاص لوگ جن کو دین کی طرف بھی رغبت ہے اگر تمہیں خدا کی رضا مطلوب ہے، اگر تم دین چاہتے ہو تو پھر اُس تقویٰ کی تلاش کرو جو خدا تک پہنچاتا ہے۔اُس خشیت اور اُس خوف کی تلاش کرو جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی خاطر برائیوں سے روکے اور نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔بلکہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ آبادی کے لحاظ سے تو کافروں کی مومنوں کے مقابلہ میں زیادہ کثرت ہے، لیکن یہاں توجہ دلائی ہے کہ حقیقی کثرت وہ ہے جو تقویٰ پر چلنے والوں کی ہے۔کیونکہ آخری انجام، بہتر انجام اُنہی لوگوں کا ہے اور اُنہی سے دنیا کا امن اور سکون بھی قائم ہوتا ہے۔اس لئے تم دنیاداروں سے متاثر نہ ہو جاؤ۔اُن کی طرف دیکھ کر متاثر نہ ہو بلکہ تقویٰ پر چلو تو اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث بنو گے۔تمہاری اولادیں بھی تمہارے لئے دعائیں کرنے والی ہوں گی اور تمہارے درجات بلند کرنے کا باعث بنیں گی۔

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths
Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Applications (ILR)
- Post Study Work Visa
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High Court of Appeals

قانونی مشاورت برائے اسائلم

- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals

HEAD OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
Tel: 02086 720 666 02086 721 738
24 Hours Emergency No: 07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)
SOW THE SEEDS OF LOVE

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

عائلی مسائل جو ہمارے سامنے آتے ہیں اُن میں بسا اوقات کبھی عورت کی طرف سے اور کبھی مرد کی طرف سے یہ ایشو بہت اُٹھایا جاتا ہے کہ ہمارے ماں باپ یا بہن بھائیوں کو کسی ایک نے بُرا کہا۔ مرد یہ الزام لگاتا ہے کہ عورتیں کہتی ہیں، عورتیں الزام لگاتی ہیں کہ مرد کہتے ہیں کہ میرے ماں باپ کی برائی کی۔ اُن کو یہ کہا، اُن کو وہ کہا۔ اُن کو گالیاں دیں۔ تو یہ چیز جو ہے یہ تقویٰ سے دور ہے۔ یہ چیز پھر گھروں میں فساد پیدا کرتی ہے۔ پھر یہی نہیں بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ یہاں صرف الزام کی بات نہیں ہے بلکہ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں اور بعض الزامات سچے بھی نکلتے ہیں کہ بچوں کو دادا دادی یا نانا نانی کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے قریبی رشتوں کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ بچوں کو اُن سے متنفر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تقویٰ سے بعید ہے۔ یہ تقویٰ نہیں ہے۔ تم تو پھر تقویٰ سے دور چلتے چلے جا رہے ہو۔ اس لئے اپنے رحمی رشتوں کا بھی خیال رکھو۔

ان آیات میں، پہلی آیت میں ہی اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اپنے رحمی رشتوں کا بھی خیال رکھو۔ ماں باپ صرف خود ہی خیال نہ رکھیں اپنے بچوں کو بھی ان رحمی رشتوں کا تقدس اور احترام سکھائیں۔ تبھی ایک پاک معاشرہ قائم ہوسکتا ہے۔ اور خود بھی اس کے تقدس کا خیال بہت زیادہ رکھیں کیونکہ ماں باپ کے نمونے جو ہیں وہ بچوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو انسانوں میں سے انسانی فطرت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، آپ نے نکاح کے خطبے میں ان آیات کا انتخاب فرما کر مرد اور عورت کو شادی یا رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے وقت یہ احساس پیدا کروا دیا ہے یا پیدا کروانے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ میاں بیوی کا بندھن ایک ایسا بندھن ہے جس میں جہاں تم نے آپس میں ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات اور احساسات رکھنے ہیں وہاں ایک دوسرے کے رحمی رشتوں اور قریبی رشتوں کا بھی احترام کرنا ہے۔ اگر تم حقیقی مومن ہو تو یہ ضروری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف ہے تو لازماً تمہیں اپنے ظاہری اعضاء کا بھی اور دل کا بھی استعمال ان رحمی رشتوں کی بہتری کے لئے کرنا ہوگا۔ اگر تم یہ نہیں کر رہیں یا مَرد نہیں کر رہے تو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔ تمہارے عملوں اور تمہاری حالتوں کو دیکھ رہا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نگران ہوں تو پھر وہ ایسے مردوں اور عورتوں کے اس عمل کو جس میں ایک دوسرے کے رحمی رشتوں کے حق ادا نہیں ہو رہے ہوتے اپنی پکڑ میں بھی لاتا ہے۔ پس پہلے دن سے ہی اس سوچ کے ساتھ ایک مرد اور عورت کو شادی کے رشتہ میں منسلک ہونا چاہئے کہ صرف ایک رشتہ ہی میں نے نہیں نبھانا۔ خاوند نے بیوی کے ساتھ یا بیوی نے خاوند کے ساتھ رشتہ نہیں نبھانا بلکہ جو بھی قریبی رشتے ہیں وہ سب نبھانے ہیں۔ اس سوچ کے ساتھ عورت کو خاوند کے گھر جانا چاہئے اور اس سوچ کے ساتھ مرد کو عورت کو بیاہ کر لانا چاہئے کہ ہم نے اپنے وسیع تعلقات کو نبھانا ہے، یعنی رشتوں کے آگے رحمی رشتوں کو بھی نبھانا ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے میں اس سوچ کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے پیدا کریں گے تو ہمارے معاشرے میں جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑے شروع ہو کر مار پٹائی اور پولیس کیس اور خلع اور طلاق تک پہنچ جاتے ہیں اُن میں غیر معمولی کمی آ جائے گی۔

پھر سچائی ایک ایسی چیز ہے جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے یہ کہنے پر کہ مَیں صرف ایک برائی چھوڑ سکتا ہوں مجھے بتائیں کہ مَیں کیا برائی چھوڑوں؟ آپ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو اور ہمیشہ سچ بات کہنی ہے۔ اور اس وجہ سے جب بھی اُس نے کسی برائی کا ارادہ کیا تو ایک ایک کر کے تمام برائیاں اُس کی چھُٹ گئیں۔

(التفسیر الکبیر از امام رازیؒ جلد نمبر 16 سورۃ التوبۃ آیت یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ...... صفحہ 176 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004)

تو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سچائی اختیار کرو۔

دوسری آیت جو نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتخاب فرمایا ہے، اُس میں فرمایا کہ تقویٰ یہی ہے کہ سیدھی اور کھری اور صاف بات کرو۔ بعض باتیں بیشک سچی ہوتی ہیں لیکن بعض اوقات اُن کے کئی مطلب نکل سکتے ہیں۔ حق میں بھی اور خلاف بھی جا سکتے ہیں۔ بعض بڑے ہوشیار لوگ اپنے مطلب کی بات کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں میرا مطلب تو یہ تھا۔ لیکن ہر ایک کی نظر میں اُس کا مطلب کچھ اور ہو رہا ہوتا ہے۔ تو یہاں فرمایا کہ قولِ سدید اختیار کرو۔ اور قولِ سدید یہ ہے کہ غیر معمولی طور پر سیدھی اور کھری بات کرو۔

بعض لوگ، عورتیں بھی اور مَرد بھی، بڑی ہوشیاری سے جیسا کہ مَیں نے کہا خاص طور پر جب ان کے کیس پیش ہو رہے ہوتے ہیں یا معاملات سامنے آتے ہیں تو بات کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک تو رشتوں کے طے کرتے وقت ہر بات کی حقیقت بتاؤ۔ لڑکی کا رشتہ آ رہا ہے تو لڑکی کی صحت، عمر اور قد وغیرہ جو بھی ہے وہ صاف صاف بتانا چاہئے۔ اس کی تمام معلومات جو ہیں لڑکے کو مہیا کر دینی چاہئیں۔ لیکن لڑکوں کا بھی یہ فرض ہے کہ جب یہ معلومات مہیا ہو جاتی ہیں تو پھر صرف لڑکیاں دیکھنے کے لئے نہ پہنچ جایا کریں بلکہ جب معلومات مہیا ہو گئیں تو پھر دعا کر کے اس نیت سے جانا چاہئے کہ ہم نے رشتہ کرنا ہے۔ اگر اس نیت سے جائیں گے تو ایک پاک معاشرہ پیدا ہوگا۔ تقویٰ سے جب ایک دوسرے کے رشتے تلاش کئے جائیں گے تو پھر جو لڑکیوں میں بے چینیاں پیدا ہو جاتی ہیں وہ بھی پیدا نہیں ہوں گی۔ اسی طرح لڑکوں کو اپنی تعلیم اور صحت وغیرہ اور جو کوئی بھی اگر برائیاں ہیں تو صاف صاف بتا دینی چاہئیں۔ کیونکہ قولِ سدید یہی ہے کہ رشتہ طے کرنے سے پہلے کھل کر ہر بات سامنے آ جائے۔ اگر یہ باتیں سامنے آ جائیں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ بعد میں پھر لڑائیاں اور جھگڑے بڑھیں۔ بعض رشتے آتے ہیں پاکستان سے لڑکیاں بھی آتی ہیں یا انڈیا سے آتی ہیں یا دوسرے ملکوں سے آتی ہیں یا لڑکے وہاں سے لڑکیوں کو لے کر آتے ہیں اور صحیح اور صاف بات نہیں کی جاتی، جھوٹ بولے جاتے ہیں جس کی وجہ سے پھر یہاں آ کے چند دنوں بعد ہی خلع اور طلاق کی نوبت آ جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایک انتہائی مکروہ فعل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ حرام نہیں ہے۔ اسے جائز قرار دیا لیکن بڑا مکروہ ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔

اگر اسی طرح شروع میں معلومات دے دی جائیں تو بہت سی خلع اور طلاقیں جو ابتدا میں ہو جاتی ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا اُن سے بچت ہوسکتی ہے۔

بعض لڑکے اور لڑکیاں کہیں اور رشتے کرنا چاہتے ہیں لیکن جہاں ماں باپ نے زور دیا وہاں ماں باپ کے کہنے پر کر لیتے ہیں۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ ماں باپ کا بھی کام ہے کہ قولِ سدید سے کام لیں اور جہاں رشتے کر رہے ہوں وہ پہلے اُن رشتے والوں کو بتائیں کہ میرا لڑکا جو ہے یا لڑکی جو ہے اُس کو ہم نے اس رشتے کے لئے مجبور کیا ہے تا کہ اگلا بھی سوچ سمجھ کر فیصلے کرے۔

پھر شادی کے بعد ایک دوسرے سے جب اعتماد کا تعلق قائم ہو تو اُس کی بنیاد بھی قولِ سدید پر ہونی چاہئے۔ صاف اور کھری اور سچی باتوں پر ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جو انسان کی فطرت کو جانتا ہے اس نے معاشرے کے امن کے لئے یہ بنیادی نصیحت فرمائی ہے کہ سچائی کو قائم کرو۔ تبھی تم آپس کے رشتوں کو بھی نبھا سکتے ہو اور امن اور سلامتی سے بھی رہ سکتے ہو۔ ایسی سچائی جس میں کسی بھی قسم کی الجھن نہ ہو۔ فرمایا اگر یہ عہد کر لو کہ ہمیشہ صاف اور کھری بات کہنی ہے، جھوٹ اور غلط بیانی کے قریب نہیں جانا تو خدا تعالیٰ تمہارے گناہوں کے بخشنے کی ضمانت دیتا ہے۔ تمہارے اعمال کی اصلاح ہو جائے گی۔ ظاہر ہے جب اعمال کی اصلاح ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر انسان کام کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ بھی پھر اس کو پیار کرنے لگتا ہے۔ جیسا کہ میں نے حدیث کی مثال دے کر کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو تو تمہاری برائیاں چھُٹ جائیں گی۔ یہی اصول ہر ایک کو اپنانا چاہئے۔

پس اللہ اور رسول کے احکامات کی اطاعت میں ہی ہر شخص کی بقا ہے۔ اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو چاہے وہ مَرد ہے یا عورت ہے ان کی پابندی کرنا بہر حال ضروری ہے۔ اسی میں ہماری کامیابیاں ہیں۔ اس دنیا میں بھی ہماری زندگی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والی ہوگی اور تمہاری اُخروی زندگی بھی تمہیں انعامات کا وارث بنائے گی۔

پھر ان آیات میں سے آخری آیت میں تقویٰ کے حوالے سے اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ صرف اس دنیا کو ہی اپنی متاع نہ سمجھو۔ یہی نہ سمجھو کہ یہ دنیا ہی سب کچھ ہے۔ یہ بھی دیکھو اور نظر رکھو کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ خاص طور پر نظر رکھو کہ تم نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے؟ کیا نیکیاں ہیں جو تم کر رہے ہو؟ کون سا تقویٰ ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟ اپنی نمازوں کی حفاظت کی ہے؟ اپنے خاوندوں کے حق ادا کئے ہیں؟ خاوندوں نے بیویوں کے حق ادا کئے ہیں؟ بچوں کے حقوق ادا کئے ہیں؟ اپنے عہدوں کی حفاظت کی ہے؟ اپنے رحمی رشتوں کی حفاظت کی ہے؟۔ ان سب کا اللہ تعالیٰ نے حساب لینا ہے۔ اس لئے نظر رکھو کہ تم نے آگے کیا بھیجا ہے؟ کیونکہ اصل انعامات جو نہ ختم ہونے والے انعامات ہیں وہ تو اُخروی زندگی کے انعامات ہیں۔ یاد رکھو جو کچھ تمہارے اس دنیا کے اعمال ہیں یہ نہ سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے مخفی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تمہارے سب کاموں سے اور تمہاری تمام حرکات سے باخبر ہے۔ پس یہ آیت پھر یاد کروا رہی ہے کہ ہر برائی کی جڑ تقویٰ پر نہ چلنا اور اس پر توجہ نہ دینا ہے۔ پس اگر تم حقیقی، اخلاقی اور روحانی ترقی چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ یہ خدا تعالیٰ پر ایمان اور یقین اور اُس کے احکامات پر اخلاص و وفا سے عمل کئے بغیر نہیں ہوسکتا۔

پس شادی بیاہ کے معاملات اور رشتوں کو نبھانا تو بظاہر ایک دنیاوی کام لگتا ہے۔ لیکن ایک مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے۔ ایک احمدی مومن عورت اور مَرد کو اپنی زندگی اس نہج پر چلانی ہوگی اور چلانی چاہئے تا کہ وہ اُن کے جو عہد ہیں ان کو پورے کرنے والے ہوں۔ تبھی وہ انعامات کے وارث بھی بنیں گے اور تبھی وہ اُس عہد کو پورا کرنے والے بھی بنیں گے جو زمانے کے امام کے ساتھ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جماعت میں آ کر ایک احمدی نے عہدِ بیعت کی صورت میں کیا ہے۔ ہماری لڑکیوں کو بھی اور عورتوں کو بھی یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ میرا اول فرض تقویٰ پر چلنا اور خدا تعالیٰ کی رضا ہے اور شادی بیاہ بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اور نیک نسل چلانے کے لئے ہے۔ اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَردوں کو رشتوں کی تلاش میں جن خوبیوں کی طرف توجہ دلائی کہ رشتے تلاش کرتے وقت کن خوبیوں کو تمہیں ترجیح دینی چاہئے جو ایک عورت میں ہونی چاہئیں وہاں فرمایا جو ترجیح ہے وہ عورت کی نیکی ہو۔

ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا تو سامانِ زیست ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر کوئی سامانِ زیست نہیں۔ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب أفضل النساء حدیث نمبر 1855)

کہ اس دنیا کے زندگی گزارنے کے لئے جو سامان ہیں اُس میں سے سب سے اچھا ایک نیک عورت ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے، حضرت

THOMPSON & CO SOLICITORS

New Office in Morden

Consult us for your legal requirements

such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005

Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040

Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697

Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت سے نکاح کرنے کی چار ہی بنیادیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو اس کے مال کی وجہ سے یا اُس کے خاندان کی وجہ سے یا اُس کے حسن و جمال کی وجہ سے، یا اُس کی دینداری کی وجہ سے۔ لیکن تُو دیندار عورت کو ترجیح دے۔ اللہ تیرا بھلا کرے اور تجھے دیندار عورت حاصل ہو۔ (بخاری کتاب النکاح باب الأکفاء فی الدین حدیث نمبر 5090)

پس اگر ہمارے مرد بھی تقویٰ پر چلنے والے ہوں اور ان خوبیوں کو دیکھیں تو ہر لڑکی پہلے سے بڑھ کر نیکیوں کی طرف چلنے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عموماً ہماری لڑکیاں، ہماری بچیاں نیکیوں پر چلنے والی ہیں۔ لیکن وہ جو معاشرے سے متاثر ہوجاتی ہیں وہ بھی اپنی نیکیوں کے معیار بلند کریں اور جب نیکیوں کے معیار بلند ہوں گے تو پھر اس لئے کہ ہمارے رشتہ کا جو معیار ہے وہ نیکی ہے لڑکیاں بھی یہ کوشش کریں گی کہ لڑکے بھی اُن کو وہ ملیں جو نیکی میں اعلیٰ معیار کے ہوں۔ کیونکہ کفو تو تب ہی ملتا ہے جب نیکی اور تقویٰ کا معیار بھی برابر ہو۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ بدمعاش اور ڈاکو شخص ہو اور وہ کہے کہ مجھے نیک اور پارسا اور تقویٰ پر چلنے والی بیوی چاہئے۔ صرف یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو نیک سمجھ کر کہا ہے کہ تم مرد سب کے سب نیک ہو اور نیکیوں کے اعلیٰ معیاروں کو چھور رہے ہو اس لئے نیک عورت تلاش کرو۔ اُس شخص کو تو یقیناً دعا دی ہے کیونکہ اُس کی نیکی کا پتہ ہوگا لیکن ایک اصولی بات بھی بتادی کہ مردوں کو بھی فرمایا کہ تم بھی نیک بنو۔ تم نیک بنو گے تو پھر رشتے بھی نیک عورت سے کروگے۔ اگر تم نیک نہیں، برائیوں میں ملوث ہو تو پھر تم نیک بیوی کی تلاش کس طرح کر سکتے ہو؟ پس نیک مرد ہی ہے جو نیک بیوی کی تلاش کرے گا۔ اور یوں مرد اور عورت تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے رشتے قائم کرنے اور نیک نسل کی طرف توجہ دینے والے ہوں گے۔ پس اس میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ دونوں نیکیوں پر قائم ہوں تاکہ نیک نسل چلے اور وہ نسل ایسی ہو جو پھر ایک ایسا حسین معاشرہ بنانے والی ہو جو تقویٰ پر چلنے والا ہو۔ ایسا خاندان بنانے والی ہو جو تقویٰ پر چلنے والا ہو۔

پس آج کل جو دنیا میں بے صبری اور دنیا کی چاہت اور تقویٰ سے دوری ہے اُس نے میاں بیوی کے پاکیزہ رشتوں میں دراڑیں ڈال دی ہیں، اُن کا حل انہی قرآنی احکامات پر عمل کرنے میں ہے۔ اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری لڑکیاں بھی اور عورتیں بھی اور مَرد بھی دنیا کے آجکل کے جو طریقے ہیں اس سے متاثر ہورہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلّی اسباب پر گر گئی ہیں۔“ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 22)

تم اُن لوگوں کے پیرومت بنو جنھوں نے سب کچھ دنیا ہی کو سمجھ رکھا ہے۔ دنیا میں، ان ملکوں میں خاص طور پر طلاقوں کی شرح بہت بڑھ گئی ہے۔ دنیاوی لوگوں میں تو بہت پرانی بڑھی ہوئی ہے۔ ان میں کچھ عرصہ شادیاں قائم رہتی ہیں اور پھر ٹوٹ جاتی ہیں۔ اس کا اثر ماحول کی وجہ سے احمدیوں پر بھی ہورہا ہے اور صرف یہیں نہیں، بلکہ پاکستان میں بھی ہے، ہندوستان میں بھی ہے اور دوسری جگہوں پر بھی ہے۔ پس ہمیں اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ دنیا کی دیکھا دیکھی ہم اپنے آپ کو بھی اُن اندھیروں میں نہ ڈبولیں جو دنیا کی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ بلکہ ہمیں اپنی کمزوریوں پر نظر رکھتے ہوئے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

مختلف ملکوں سے یہ بہت قابلِ فکر جائزہ میرے سامنے آیا ہے۔ جب میں اسے دیکھتا ہوں تو عموماً یہی حالت ہے کہ ہمارے ہاں طلاق اور خلع کی شرح بڑھتی چلی جارہی ہے اور اس کی یہی وجہ ہے کہ بے صبری، نیکیوں میں کمی، تقویٰ سے دوری۔ اب یہاں یوکے میں ہی تین سالوں کا جب مَیں نے جائزہ لیا تو مَیں حیران رہ گیا کہ تقریباً تین فیصد طلاق اور خلع کی شرح بڑھ چکی ہے اور بیس فیصد طلاقیں ہونے لگ گئی ہیں۔ جتنے رشتے طے ہوتے ہیں اُن میں سے بیس فیصد ٹوٹنے لگ گئے ہیں۔ اور یہ قابلِ فکر بات ہے۔ اس طرف ہمیں بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے اور وجوہات یہی ہیں۔ جب وجہ پتہ کرو جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا کہ میاں بیوی کا گندی زبان کا استعمال ہے۔ بداخلاقیاں ہیں۔ برداشت کی کمی ہے۔ والدین، بہن بھائیوں اور رشتے داروں کی دخل اندازیاں ہیں۔ چاہے وہ لڑکے کے والدین بہن بھائی ہوں یا لڑکی کے ہوں۔ جب ایک دوسرے کے رشتوں میں دخل اندازیاں کرتے ہیں تو پھر اُن میں مزید بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ گو رحمی رشتوں کی ادائیگی کا تو حکم ہے لیکن والدین اور بہن بھائیوں کو بھی حکم ہے کہ تم لوگ بھی فساد پیدا نہ کرو۔ میاں بیوی کو آرام اور سکون سے رہنے دو۔ اگر یہ ہوجائے تو کبھی رشتے اتنے تیزی سے نہ ٹوٹیں۔ پھر سچائی کا نہ استعمال کرنا ہے۔ لڑکے باہر سے شادی کر کے یہاں آتے ہیں۔ یہاں پڑھی لکھی لڑکیاں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ گریجویٹ ہے جب پتہ کریں تو پتہ لگتا ہے کہ میٹرک فیل لڑکا آیا ہے۔ اس سے بھی رشتے ٹوٹتے ہیں۔ اسی طرح لڑکیوں کے بارے میں بعض کمیوں کا پتہ لگ رہا ہوتا ہے۔ تو ہمیشہ سچائی کا استعمال کرنا چاہئے۔ پھر حد یہاں تک ہے کہ اب مَیں بڑی عورتوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رشتے ٹوٹنے کی یہ بھی شکایتیں ہیں کہ ساس اور سسر اپنی بہوؤں کو مارتے ہیں۔ صرف اُن کے خاوندوں سے مار نہیں پڑواتے بلکہ خود بھی ہاتھ اُٹھانا شروع کر دیتے ہیں جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ پھر یہاں آ کے لڑکے بعض غلط کاموں میں پڑ جاتے ہیں اور بیویوں کو چاہتے ہیں کہ اُن کے ساتھ نہ رہیں۔ اُن کو اگر وہ پاکستان سے آئی ہیں تو کسی نہ کسی بہانے سے پاکستان چھوڑ آئیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ پھر جب جماعت اصلاح کی کوشش کرتی ہے تو جماعت سے تعاون نہیں کرتے۔ تو بہت ساری وجوہات ہیں جن کی بنیاد یہی ہے کہ تقویٰ میں کمی ہے اور اس کی وجہ سے رشتے ٹوٹتے چلے جارہے ہیں اور یہ تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مَردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی عقل دے اور تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اپنے رشتے نبھانے کی کوشش کرنے والے ہوں۔

پس اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت میں شامل کر کے جو احسان کیا ہے ہم اُس کی قدر کرنے والے بنیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر نظر ہو۔ ہم یہ دیکھیں کہ ہم نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے؟ نہ یہ کہ ہم نے اپنے لئے اس دنیا میں کیا حاصل کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مردوں اور عورتوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء وفاقی شرعی عدالت میں

از صفحہ نمبر 2

☾...... ایک موقع پر تبلیغ کے موضوع پر بات ہورہی تھی تو یہ مکالمہ ہوا:

چیف جسٹس: آپ کی تبلیغ سے دوسرے لوگوں کو جو resentment ہوتی ہے اس کا کیا کیا جائے؟ آپ کو چاہیے کہ آپ یہ کہیں کہ ہم غیر مسلم ہیں اور ہم یہ بات کرتے ہیں۔

جسٹس چوہدری محمد صدیق: آپ تبلیغ اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔ اس سے مشکل پیدا ہوتی ہے۔ پھر روکنا پڑتا ہے۔

مجیب الرحمٰن: دراصل تبلیغ کو روکا نہیں جاسکتا۔ دو چپڑاسی ہیں، دو افسر ہیں۔ اپنی اپنی سطح پر آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے عقائد پر تبادلۂ خیالات ہوتا ہے۔ اس کو بھی تبلیغ کہتے ہیں۔ یہ روکی نہیں جاسکتی۔

چیف جسٹس: تبلیغ کے بارے میں کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ انفرادی بحث نہ کریں؟۔ اخبارات و رسائل اور اشتہار دے دیں۔ یا کوئی بھی اور طریق استعمال کریں لیکن زبانی تبلیغ نہ کریں۔ اس ضمن میں احمدی اس عادت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہر موقع سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مجیب الرحمٰن: تبلیغ کرنے والا بے ساختہ اپنے ضمیر کی بات دوسروں سے کرتا ہے۔ کوئی احمدی اپنی پوزیشن کا بے جا فائدہ اُٹھا کے تبلیغ نہیں کرتا۔

چیف جسٹس: نہیں، یہ عادت کی بات ہے۔

مجیب الرحمٰن: ممکن ہے یہ عادت ہو، عادت، عادتِ سیّئہ ہو یا عادتِ حسنہ۔

چیف جسٹس: مَیں اپنا تجربہ بتاتا ہوں۔ مَیں urine لیکر ڈاکٹر کے پاس گیا۔ انہوں نے فوراً ہی مذہبی گفتگو شروع کردی۔ وہ کوئی احمدی ڈاکٹر تھے۔

مجیب الرحمٰن: اس قسم کا واقعہ میرے ساتھ بھی پیش آیا۔ مَیں نے میٹرک کا امتحان چنیوٹ سے دیا۔ میں گڑھا محلّہ چنیوٹ کی ایک دوکان پر بیٹھا تھا۔ ایک مولوی عتیق الرحمٰن صاحب نے ”قادیانی نبوت“ نامی کتاب مجھے دی جو انہوں نے ہمارے خلاف لکھی تھی۔ میں نے کتاب پڑھی، بڑا پریشان ہوا۔ مَیں نے اپنے والد صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف یہ کہا: یہ الماریاں ہیں، ان میں سب کتابیں موجود ہیں، ان کو پڑھو۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے پوچھ لینا۔ تب میں نے پہلی مرتبہ احمدیت کا تفصیلی علم حاصل کیا۔ تو ان مولوی صاحب نے مجھے بھی تبلیغ کی۔ میرے لئے تو اچھا ہوا۔

☾...... ایک اور موقع پر بحث ہورہی تھی کہ اولوالامر کے اختیارات کیا ہیں؟ اس موقع پر یہ گفتگو ہوئی۔

چیف جسٹس: اولوالامر کو حالات کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔

مجیب الرحمٰن: اولوالامر قرآن وسنت کے احکام کے معاملے میں آزاد نہیں۔ جب بھی میری اور اولوالامر کی سوچ میں فرق پڑ جائے گا تو یہ دیکھا جائے کہ اللہ اور اس کا رسولؐ کیا کہتے ہیں۔ پھر قرآنی آیت رُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ سے بات ہوگی۔

جسٹس عبدالقدوس کاظمی: بعض فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جو اولوالامر کہہ دے وہی حکمِ ناطق ہے۔

جسٹس غلام علی: یہ احکام تو صرف مسلمانوں کیلئے ہیں۔ ان میں خطاب مسلمان کو ہے آپ کو نہیں۔ غیر مسلم تو نماز نہیں پڑھتا۔ اس کیلئے یہ حکم نہیں ہے۔

مجیب الرحمٰن: یعنی یہ بات ہوئی کہ اولوالامر غیر مسلم کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دے سکتا۔

اس مرحلہ پر وقفہ ہوگیا۔ وقفے کے بعد میں نے یہ عرض کیا۔

مجیب الرحمٰن: پہلے میں جناب جسٹس غلام علی صاحب کی بات کا جواب دوں گا کہ قرآن کے مخاطب صرف مسلمان ہیں یا نہیں۔ حقیقت میں تو قرآنِ کریم کے اولین مخاطب کفار تھے۔

جسٹس غلام علی: مَیں نے عبادات کے احکام کی بات کی ہے۔

مجیب الرحمٰن: مَیں آپ کی بات سمجھتا ہوں، مجھے بات کرنے دیں۔ قرآنِ مجید کی موجودہ ترتیب میں سب سے پہلا حکم یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ سے شروع ہوتا ہے۔ قرآن کا مضمون شروع ہوتا ہے رَبِّ الْعَالَمِیْن کی حمد سے اور ختم ہوتا ہے رَبِّ النَّاسِ سے پناہ مانگنے پر۔ خدا صرف رَبِّ الْمُسْلِمِین نہیں رَبُّ الْعَالَمِین ہے۔ اور سارا عالم، بلکہ جملہ عالمین اس کی روحانی ربوبیت کے فیوض بھی پاتے ہیں۔

اعتذار و تصحیح

ہفت روزہ ”الفضل انٹرنیشنل“ 13/اپریل 2012ء میں صفحہ 5 پر حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 23 مارچ 2012ء بمطابق 23 امان 1391 ہجری شمسی شائع ہوا ہے لیکن ٹائپنگ کی سہو سے اس کا سن 2010ء اور 1390 ہجری شمسی شائع ہوگیا ہے۔ اس غلطی کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

یہ غلطی ویب سائٹ پر دیئے جانے والے شمارہ میں درست کردی گئی ہے۔ احباب اپنی کاپیوں میں اس کی تصحیح فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں کی پردہ پوشی فرمائے۔ (مدیر)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اور سرسید احمد خان صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 27 جولائی 2009ء میں مکرم احمد طاہر مرزا صاحب کا تاریخی حقائق پر مبنی ایک طویل مضمون شامل اشاعت ہے جس میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی اور سرسید احمد خان کے باہمی روابط کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

برصغیر کی سرکردہ شخصیات میں سرسیّد احمد خان کا نام و کام نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ سیالکوٹ کے ایک جوشیلے نوجوان مولوی عبدالکریم صاحب بھی اپنی جوانی کی عمر (قریباً 1875ء) میں اُن کے مرید ہوگئے۔ یہ سلسلہ 13 سال تک یوں جاری رہا کہ انہوں نے سرسیّد احمد خان صاحب کی کوئی تحریر پڑھے بغیر اور کوئی لیکچر سُنے بغیر نہیں چھوڑا۔ اگرچہ سیّد صاحب موصوف کے مقالات و مضامین کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب شروع میں سرسیّد احمد خان صاحب کے ہم خیال یعنی نیچری تھے اور انہی کے زیراثر آپ کی طبیعت میں کچھ نیچریت پائی جاتی تھی مگر حضرت اقدس مسیح موعود کی غلامی میں آنے کے بعد آپ سے نیچریت کا رنگ دُھل گیا اور آپ فنافی اللہ ہوگئے۔ اگرچہ آپؓ سرسیّد احمد خان صاحب کی قومی خدمات کی بدولت بعد میں بھی ان کی مالی تحریکات میں حصہ لیتے رہے۔ چنانچہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی روئیدادوں میں چوتھے سالانہ اجلاس منعقدہ 1889ء اور آٹھویں سالانہ اجلاس 1893ء میں علی الترتیب یہ اندراج موجود ہیں کہ: مولوی عبدالکریم صاحب مدرس بورڈ سکول سیالکوٹ نے 5 روپے اور 2 روپے دیئے۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ سے حضرت مولوی صاحبؓ کی پہلی ملاقات کسی ایسی ہی کانفرنس میں ہوئی تھی۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: ’’20 فروری 1886ء میں ابتداءً اور 12 مارچ 1897ء میں ثانیاً یعنی بذریعہ اشتہار ایک پیشگوئی شائع کی تھی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سید احمد خان کے۔سی۔ایس۔آئی کو کئی قسم کی بلائیں اور مصائب پیش آئیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا کہ اول تو اخیر عمر میں سید صاحب کو ایک جوان بیٹے کی موت کا جانکاہ صدمہ پہنچا اور پھر قوم مسلمان کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ جوان کی امانت میں تھا اُن کا ایک معتمد علیہ شریر ہندو خیانت سے غبن کرکے ان کو ایسا صدمہ اور ہمّ و غم پہنچا گیا جس سے اُن کی تمام اندرونی طاقتیں اور قوتیں یک دفعہ سلب ہوگئیں اور جلد انہوں نے راہِ عدم دیکھا۔‘‘ (نزول المسیح)

25 مارچ 1898ء کو سرسید احمد خاں صاحب نے انتقال کیا۔ اس موقعہ پر اخبار ’’الحکم‘‘ قادیان نے اپنے ایک تفصیلی مضمون میں یہ بھی لکھا:

’’سید صاحب کے کان میں ایک آسمانی معلم کی صدا متواتر اور متعدد مرتبہ خاص طور پر پہنچی۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اس سے استفادہ نہ کرسکے اور وہی مغربی فلسفہ اور یورپی تہذیب ان کیلئے ٹھوکر کا باعث ہوگئی۔ گو یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ انہوں نے اس ایمان کے منادی کرنے والے (حضرت مسیح موعود۔ مرتب) پر تکفیر اور سبّ و شتم کی بوچھاڑ نہیں کی۔ جیسی نام کے علماء نے کی۔ مگر ہمیں اس میں بھی کلام نہیں کہ ناصح مشفق کی باتوں کی طرح اُس نے اُس کی باتوں پر کان نہیں دھرا۔ اور باوجود اس کے انہوں نے وہ مبارک زمانہ پایا جس کی آرزو ہزارہا ابرار کرتے چلے گئے تھے۔ مگر اس فلسفہ بے معنی کی تقلید انگریزیت کی ہوا نے ان کو محروم ہی رکھا۔ جس کے لئے سید صاحب کی حالت پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے۔ اور سب سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ متعدد مرتبہ امام الوقت نے اس کو آسمانی منادی سنائی مگر وہ کان رکھتے ہوئے بھی نہ سن سکے۔

...... بالآخر سید صاحب کے لئے دعا کہ خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندوں کو صبر جمیل اور ان کے ہم خیال لوگوں کو صداقت کی راہوں کی پیروی کی توفیق دے۔ آمین‘‘

(الحکم قادیان 27 مارچ و 6/اپریل 1898ء ص 11 تا 13)

سرسید احمد خان صاحب کے ساتھ حضرت حکیم نورالدین صاحبؓ بھیروی اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی آخر عمر تک رابطے میں رہے۔ چنانچہ سرسید احمد خان نے علی گڑھ سے 8 مارچ 1897ء کو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں لکھا:

’’آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جاہل پڑھ کر جب ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے مگر اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی بننے لگتا ہے۔ پھر ترقی کرے تو اسے صوفی بننا پڑتا ہے۔ جب یہ ترقی کرے تو کیا بنتا ہے؟ سردست میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ افسوس کہ سوال آخر کو آپ نے لاجواب چھوڑا۔ مگر مَیں ان بزرگوں کا دیکھنے والا ہوں جو وحدت شہود کے مقر اور وحدت وجود میں ساکت تھے۔ اس لئے اس کا جواب اپنے مذاق کے موافق عرض کرتا ہوں۔ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدین ہوجاتا ہے۔‘‘

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے سرسید احمد خان صاحب کے عقائد کی بابت لکھا ہے:

’’سید احمد خان صاحب نے (خدا تعالیٰ اُن کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے) جو کچھ دعا اور وحی اور الہام و رؤیا اور حقیقت کتاب اللہ کے متعلق لکھا ہے بالکل سطحی اور یورپ کے خشک فلسفیوں کے نقشِ قدم کی پیروی یا اُنہی کی تالیفات کے باللفظ ترجمے ہیں۔ اُنہوں نے مُنہ زور Materialists اور فلسفیوں کے تیر باراں سے ڈر کر اپنی اُن پھونس کی ٹٹیوں میں پناہ تو لے لی مگر ان کی تحقیقات کا نتیجہ سخت قابل افسوس ہوا۔ ان انکاروں یا تحریفوں یا تسویلوں کی وجہ سے اُن کے اور اُن کے انفاس کی قدر کرنے والوں کے پاک تعلقات خدا تعالیٰ سے نہ رہے اور اتباع کی توفیق اس گروہ سے چھن گئی۔ میرا خیال ہے کہ نیک نیتی نے ناواقفیت علم نبوت کی تاریکی میں اُن سے یہ حرکات سرزد کروائیں۔ وہ اپنے زعم میں سچے مذہب کی طرف دفاع کرتے تھے۔ ...... مَیں اس بارہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں اور محض خدا تعالیٰ کے دین کے اعلاء اور مرسل اللہ کے اِبراء کے لئے معارف و حقائق قرآنیہ خدا تعالیٰ نے مخصوصاً ہمارے مسیح موعود اور آپ کے اتباع کو عطا کئے ہیں اور اغیار ان میں قطعاً شریک نہیں۔ اور سید صاحب مرحوم کی تفسیر نے ایک خشک عقلی کتاب یا ایک سطحی دینی کتاب کے سِوا اللہ تعالیٰ کی بے نظیر کتاب قرآن کریم کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ ......

میرے دل میں ہر وقت یہ تڑپ رہتی ہے کہ وہ ذوق اور بصیرت امور دین میں جو اس برگزیدۂ خدا (حضرت مسیح موعودؑ) کے فیضان صحبت سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ خشک فلسفہ یا نیچریت کے دلدادہ اور زہد رسمی اور تقشّف عادی کے خوکردہ بھی اس طرف توجہ کریں اور محظوظ ہوں۔ میں نے تئیس برس تک سیّد صاحب کی تصانیف کو پڑھا اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ سیّد صاحب کے ہم آواز ہونے کے ایام میں مَیں منافق یا مقلد نہ تھا۔ میرے احباب خوب جانتے ہیں کہ اخلاص اور سرگرمی سے ان خیالات کی تائید کرتا۔ اور عالم السر والعلن گواہ ہے کہ اُس وقت نیّت نیک اور رضائے حق مطلوب تھی۔ مارچ 1889ء میں حضرت مسیح موعودؑ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ 1891ء میں آپ کی پاک صحبت میں علوم و حقائق مجھ پر منکشف ہوئے کہ میرے سینہ کو لوث اغیار سے دھو ڈالا۔ اپنے ذاتی تجربہ اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ سید صاحب مرحوم کے مذہبی خیالات خدائے ذوالعجائب کے پانے کی راہ میں خطرناک روک ہیں۔ کاش وہ جو اس زہر سے ناواقف ہیں اور شیر شیریں کی طرح اسے مزے لے لے کر پی رہے ہیں، ایک تجربہ کار کی سنیں۔ میں نے دونوں راہیں خوب دیکھی ہیں اس لئے مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں ایک ناصح شفیق ہادی کی صورت میں ناواقفوں کو آگاہ کروں کہ ضلالت سے بچ جائیں۔ ......‘‘ (لیکچر: حضرت مسیح موعود نے کیا اصلاح اور تجدید کی۔ باراول۔ قادیان: انوار احمدیہ، 1900ء)

ایک ایسا شخص جو سرسیّد احمد خان صاحب مرحوم کا سولہ سترہ سال عین جوانی کی عمر سے مرید رہا ہو اور ان کی تحریر و تقریر کا ایک شوشہ و نقطہ اس کی نظر سے اوجھل نہ ہوا ہو۔ تو ناگہاں چند ماہ میں آخر وہ کیا چیز اس نے حاصل کرلی کہ تئیس سالہ رفاقت و عقیدتِ قدیمی و دائمی کو یکلخت خیرباد کہہ دیا۔ اس بارہ میں اکتوبر 1899ء میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی نے حضرت مسیح موعودؑ کی موجودگی میں ایک خطبہ جمعہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ مجھے ہوش کے زمانہ سے یہی شوق دامنگیر رہا کہ خدا کی رضا کی راہیں حاصل کروں اور میری بڑی خواہش اور سب سے بڑی آرزو یہی رہی ہے کہ کسی طرح اپنے مولیٰ کریم کو راضی کروں۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے ملا دیا۔ اور اس طرح مجھے دین کی طرف اور قرآن کریم سے معارف اور حقائق کی طرف توجہ ہوئی مگر بایں ہمہ بعض اخلاق ردّیہ کی اصلاح نہ ہوئی اور طبیعت معاصی کی طرف اس طرح جاتی جیسے ایک سرکش جانور بے اختیار دوڑتا ہے اور قابو سے نکل جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف مَیں نے حضرت مولانا صاحب کے منہ سے سنے اور بہت فیض اٹھایا لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کیا بات تھی جس سے روح میں ایک بیقراری اور اضطراب محسوس ہوتا تھا اور سکون اور جمعیت خاطر جس کے لئے صوفی تڑپتے ہیں میسر نہ آتی تھی۔

ابھی میں سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر کا سادہ لڑکا تھا کہ سیّد صاحب کے خیالات کے پڑھنے کا مجھے موقع ملا یعنی ’تہذیب اخلاق‘ جو سیّد کے خیالات اور معتقدات کا آئینہ تھا۔ میں اسے شروع اشاعت سے پڑھنے لگا اور تیس برس کی عمر تک اس میں متوغل رہا۔ سیّد صاحب کے قلم سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا اِلّا ماشاءاللہ جو میں نے نہ پڑھا ہو۔ ان کی تفسیر کو بڑے عشق سے پڑھتا۔ برابر بیس بائیس برس کا زمانہ تھوڑا نہیں ایک بڑی مدت ہے اس عرصہ میں بھی میری روح کو طمانیت اور سکینت حاصل نہ ہوئی اور وہی اضطراب اور بیقراری دامنگیر رہتی بلکہ بعض بعض اوقات میں اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں ہلاک کرنے والی بے چینی محسوس کرتا اور میں آخر اس نتیجہ پر پہنچتا کہ ہنوز اگر خدا تعالیٰ کو خوش کیا ہوتا اور واقعی خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہوگیا ہوتا تو ضرور تھا کہ سکینت اور طمانیت کا سرد پانی میرے ابلتے ہوئے کلیجہ کو ٹھنڈا کرتا۔ اس خیال سے تردّد، تذبذب اور پریشانی اَور بھی بڑھتی گئی۔

میرے مخدوم مولوی (نورالدین بھیروی) صاحب بھی سیّد صاحب کی تصانیف منگواتے لیکن صفات الٰہی کے مسئلہ میں ہمیشہ سیّد صاحب سے الگ رہے اور میں ان کے ساتھ ہوکر بھی سیّد صاحب کی ہر بات کی پچ کرتا اور کبھی مولوی صاحب مجھ سے الجھ بھی پڑتے مگر میرے اس جنّ کے نکالنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ ’’فتوحات ابن عربیؒ‘‘ اور امام غزالی کی ’’احیاء العلوم‘‘ کو میں نے کئی بار پڑھا اور خوب غور اور تدبر سے پڑھا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ ’’مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی‘‘ کا ہی معاملہ رہا۔

یہاں تک کہ حضرت مولوی نورالدین کے طفیل سے امام الزمان، نور مرسل اور خلیفۃ اللہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ چونکہ مولوی صاحب کے ساتھ ایک خاص محبت اور ان پر اعلیٰ درجہ کا حسن ظن تھا سو میں نے

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 3/جون 2009ء میں شائع ہونے والے مکرم محمد مقصود احمد منیبؔ صاحب کے کلام سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

دن مسافت ہے شب مسافت ہے
جاودانی تو بس خلافت ہے
ہم تو جاہل تھے ہم تو مردے تھے
یہ خلافت کی سب کرامت ہے
جس کو چاہے یہ معتبر کر دے
اس کے ہاتھوں میں سب حکومت ہے
اس کی برکت سے ہم فقیروں کی
بادشاہوں پہ بادشاہت ہے
کربلائیں ہزار دیکھی ہیں
مسکرانا ہماری فطرت ہے
گالیاں سن کے دے رہے ہیں دعا
اک مسیحا کی یہ نصیحت ہے

مان لیا مگر وہ بصیرت اور معرفت نصیب نہ ہوئی۔ مارچ 1889ء کا ذکر ہے کہ حضرت امام نے بیعت کا اشتہار شائع کیا اور مولوی صاحب لدھیانہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ مَیں صاف کہوں گا کہ میں اپنی خوشی سے نہیں گیا بلکہ زور سے ساتھ لے گئے۔ ان دنوں میں بیعت کرنے کا اوّل فخر مولوی صاحب کو ہوا۔ مگر میں اس وقت بھی اَڑ گیا اور روح میں بیّن کشائش اور سینہ میں انشراح نہ دیکھ کر رُکا رہا۔ مولوی صاحب کے اصرار اور الحاح سے بیعت کر لی۔

یہ سچا اظہار ہے شاید کسی کو فائدہ پہنچے۔ اس کے بعد مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دل و روح میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ 1890ء میں مسیح موعود کے دعویٰ کا اعلان ہوا اور اُس سال کے آخر میں حضور نے مجھے خط لکھا کہ میں ’ازالۂ اوہام‘ تصنیف کر رہا ہوں اور بیمار ہوں، کاپیاں پڑھنی، پروف دیکھنے، خطوط لکھنے کی تکلیف کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ جس طرح بن پڑے آجائیں۔ ادھر سے مولوی نورالدین صاحب کا خط آیا کہ حضرت کو تکلیف بہت ہے لدھیانہ جلدی جاؤ۔ اس وقت میں مدرسہ میں مدرس تھا۔ وہاں سے رخصت لے کر لدھیانہ پہنچا۔

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ ہنوز دنیا اور ہوائے دنیا سے میرا دل سیر اور نوکری سے قطعاً بیزار نہ ہوا تھا۔ اور جو دس پندرہ روپے ملتے تھے انہیں غنیمت سمجھتا تھا اور عزم تھا کہ اختتام پر پھر اس سلسلہ کو اختیار کرونگا۔ مگر جب میں تین ماہ تک حضرت اقدس کی صحبت میں رہا تو مَیں نہیں جانتا کہ وہ خیال اور وہ آرزو کدھر گئی۔ اس قسم کے خیالات سے میری روح کو صاف کر دیا گیا اور میرا سینہ دھو دیا گیا اور اندر سے آواز آئی کہ تُو دنیا کے کام کا نہیں۔ اور پھر نہ واپس نہ استعفیٰ۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کی دلدل سے مجھے بالکل نکال دیا۔ اور اب تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی میری روح جدائی گوارا نہیں کرتی۔ اور اگر میں اب یہاں سے چند روز کے لئے کہیں جاتا ہوں تو دل کی آرزو کے خلاف مجبوراً پکڑا جاتا ہوں۔

غرض پھر مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ بڑا ایمان جس کو سیّد احمد خان کے خیالات سے اقتباس کیا تھا وہ روح کو تقویٰ وطہارت بخشنے والی اور سچی سکینت دینے والی شے نہ تھی۔ وہ ایک فلسفیانہ اور خوابہائے پریشان کا سرجوش ایمان یا جذبہ تھا۔ ان خیالات پر غور کرنے سے میری روح تڑپ گئی ہے اور جسم پر لرزہ پڑ گیا ہے کہ میں کبھی جس کو صراط مستقیم سمجھتا تھا وہ خدا سے دُور ڈالنے والی خطرناک راہ تھی۔ خدا گواہ ہے کہ ان خیالات کے متعلق حضرت اقدس سے کبھی کوئی مباحثہ نہیں ہوا بلکہ صرف اس کے منہ سے پاک باتیں سنتا رہا اور صفات الٰہی اور قرآن کریم کی عظمت اور خوبیوں کے تذکرے سنتا رہا۔ پھر آپ کی زندگی اور تعلیم و عمل نے بتایا کہ خدا کا متصرف اور زندہ ہونا اور متکلّم خدا ہونا نہ کسی پہلے زمانہ میں تھا بلکہ اب بھی اسی طرح پر وہ حیی، قیوم، متکلّم اور متصرف خدا ہے۔

میرے دوستو! ایک ہی انسان ہے جس کی صحبت میں آج گناہ سے نفرت، خدا سے الفت، رسول سے الفت پیدا ہوسکتی ہے۔ اور اس کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ میرے دوستوں اور بھائیوں کو فائدہ اور دوسروں کو سبق ملے۔ (الحکم قادیان 31/اکتوبر 1899ء)

ایک مامور من اللہ اور ایک نیچری و ظاہری عالم میں کیا فرق ہوتا ہے اور انجام کار کون کامیاب ہوتا ہے۔ اس حوالہ سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی درج ذیل قلبی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

”مَیں دہلی، پٹیالہ لدھیانہ، امرتسر، سیالکوٹ، کپورتھلہ اور جالندھر کے سفروں میں ساتھ رہا ہوں۔ کیا کیا ناگوار امور ان موقعوں پر پیش آئے اور اس اسداللہ غالب نے کس بے التفاتی سے انہیں دیکھا۔ میں حلفاً کہتا ہوں مجھے انہی اداؤں نے اور کہیں کا نہیں رکھا۔ ہر روز قوم ناسپاس کی طرف سے ایک دل دکھانے والی بات تحریراً تقریراً واقع ہوجاتی ہے مگر مامور الٰہی کے قدم میں ذرا لغزش پیدا نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں عام حالت انسانوں کی یہی ہے کہ ذرا سے تکدّر اور خفیف نامرادی کے پیش آنے پر حواس میں خلل آگیا ہے، کام چھوٹ گیا ہے، کھانے پینے میں فرق آگیا، ہاضمہ بگڑ گئی ہے۔ گھر میں بولتے ہیں تو سڑی کی طرح۔ اِسے گھورا اُسے مار۔ غرض سب تانا بانا ہی اُدھڑ جاتا ہے۔

مرحوم سرسید کالج کے ایک مالی نقصان کے بعد کیسے گرے کہ کمر ہی ٹوٹ گئی اور ایک کوتاہ نظر Materialist کی طرح ثابت کر دیا کہ بتِ تدبیر ہی کی ساری پرستاری تھی جو کچھ تھی۔ جب تقدیر کے حضرت محمود نے سومنات کو توڑا تو ساتھ ہی آپ بھی ٹوٹ گئے اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس پاک استقامت نے ان کا ساتھ نہ دیا جو انبیاء و صلحاء و مامورین کا خاصہ غیر منفکہ ہے۔ ...... مَیں بھی اُس ایجوکیشنل کانفرنس میں جو علیگڑھ کالج میں منعقد ہوئی تھی موجود تھا جب سید صاحب نے کمال یاس سے قوم کا جنازہ پڑھ دیا تھا۔ ممکن ہے کہ ایمان باللہ اور صفات الٰہیہ سے بے خبر شخص ان امور کو نہ سمجھے اور مجھے سید صاحب پر بیجا اعتراض کرنے کا ملزم بنائے مگر حقائق الٰہیہ ایمانیہ سے واقف سمجھ سکتا ہے کہ ساری نبوتوں اور امانتوں اور ولایتوں کی جان اور کامیابیوں کی کلید استقامت ہے۔ اور اس کی جڑھ حقیقت میں وہ ایمان و یقین ہے جو ایک راستباز کو خدا کے کلمات اور اس کے وعدوں پر ہوتا ہے...... مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہی وہ استقامت ہے جو مسیح موعود کے دعویٰ کو دن بدن زور و قوت اور شوکت میں بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ کیا یہ کوئی پوشیدہ بات ہے کہ 1890ء میں دعویٰ اور بینات کی کیا صورت تھی اور آج کیا صورت ہے۔“

(الحکم قادیان 10 جولائی 1899ء)

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ 6/مئی 2009ء میں شائع ہونے والے مکرم عبدالحمید خلیق صاحب کے کلام سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

خدا پھر مہرباں ہونے لگا ہے
عزم اپنا جواں ہونے لگا ہے
چُنا جس کو خدا نے اپنا محبوب
وہ محبوبِ زماں ہونے لگا ہے
وہ حسن و عشق کا بے مثل پیکر
فدا اس پر جہاں ہونے لگا ہے
کڑکتی ظلم کی اس دھوپ میں وہ
ہمارا سائباں ہونے لگا ہے
خدا کی دیکھ کر تائید و نصرت
یہ دل سجدہ کناں ہونے لگا ہے

مالی فراخی کے دس مجرب نسخے

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ 29/جولائی 2009ء میں مکرم ایچ ایم احمد صاحب کا مضمون (مرسلہ نظارت صنعت و تجارت) شامل اشاعت ہے جس میں مالی فراخی کے چند مجرّب نسخے بیان کئے گئے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ ہر دعا اور وظیفہ کے ساتھ عمل اور ظاہری اسباب میں سعی ضروری ہے ورنہ کوئی دعا اور وظیفہ سوائے اس کے کچھ فائدہ نہیں دے گا کہ انسان کو نکما اور سست بنادے۔ اس لئے غور و فکر کی عادت ڈالئے کہ کہیں آپ کی محنت دیانت استقلال یا یقین کامل میں سے کوئی ایسی بات تو نہیں جس میں کمی رہ گئی ہو۔ پھر فوری نتائج کے لئے بھی بے صبری نہ دکھائیں جو کام آپ کا ہے وہ آپ احسن طریق پر انجام دیں جو اللہ تعالیٰ کا ہے وہ اس پر چھوڑ دیں لیکن مایوسی اور جلد بازی کسی صورت میں نہ ہو۔

پہلا نسخہ

ایک دفعہ میں بہت سی مالی مشکلات میں پھنس گیا تو ایک بزرگ نے مجھے ایک مسنون دعا بتائی جس کا ورد مَیں نے شروع کر دیا اور اسے انتہائی پُرتاثیر پایا:

اس دعا کا ترجمہ ہے:

اے اللہ! میں ہم و غم سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عاجز رہ جانے اور سستی سے بھی تیری پناہ کا طالب ہوں۔ میں بزدلی اور بخل سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں نیز قرض کے غالب آنے اور لوگوں کے نیچے دب جانے سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔

دوسرا نسخہ

ایک بار شہر میں مخالفین نے نہ صرف ہمارا بائیکاٹ کر دیا بلکہ بدزبانی کی انتہا کر دی۔ اس پر مقامی جماعت نے فیصلہ کیا کہ مخالفین حضرت مسیح موعودؑ کو جتنی گالیاں دیں گے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا درود بھیجیں گے۔ چنانچہ میں نے درود شریف اور حضورؑ کے نعتیہ کلام کو گنگنانا شروع کر دیا۔ یہ علاج تو میں نے مخالفین کے مقابلہ پر شروع کیا تھا لیکن یکدم حالات نے پلٹا کھایا اور دن بدن میرا بائیکاٹ کم ہونا شروع ہوا۔ مَیں کئی دفعہ تجربہ کر چکا ہوں کہ جتنا زیادہ درود پڑھوں دکان پر اتنا ہی زیادہ کام ہوتا ہے۔

تیسرا نسخہ

ایک مجلس مشاورت کے موقع پر حضور انور نے بیرونی ممالک کی مساجد کے لئے ایک سکیم پیش فرمائی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ہر ہفتہ کے روز اپنے پہلے سودے کا منافع دیا کروں گا۔ اس تحریک کو شروع ہوئے دس ماہ ہو رہے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر آپ کو بتاتا ہوں کہ اس عرصہ میں میری ہفتہ کے روز کی بکری سارے دیگر دنوں سے زیادہ ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ میں نے اس نسخہ کو وسیع کرتے ہوئے اپنے دیگر چندوں کے لئے بھی یہی طریق اختیار کر لیا ہے۔

چوتھا نسخہ

میرا یہ ہر سال کا تجربہ ہے کہ تحریک جدید کا چندہ ادا کرنے کے بعد بالکل نمایاں طور پر میری روزانہ کی بِکری زیادہ ہونی شروع ہوجاتی ہے۔ متعدد دفعہ میں نے یکمشت چندہ ادا کیا ہے لیکن کسی دفعہ بھی ذرہ برابر غیر معمولی بوجھ محسوس نہیں کیا۔ دو تین دفعہ وعدہ کے ساتھ ہی نئے سال کے اعلان والے دن ادائیگی بھی کر کے دیکھی ہے اور ہمیشہ اس گُر کو کامیاب پایا۔

پانچواں نسخہ

نفلی روزہ مَیں نے کئی دفعہ آزمایا ہے۔

چھٹا نسخہ

میرا تجربہ ہے کہ بعض چھوٹے چھوٹے خدمت خلق کے کام کرنے پر رزق میں بہت فراخی ہوتی ہے۔ مثلاً ضرورتمند غریبوں کو چند روپے قرض دینے سے۔

ساتواں نسخہ

میں نے بیسیوں دفعہ تجربہ کیا ہے کہ اگر وقت بے وقت گھر میں مہمان آجائیں تو بڑی برکتوں کا باعث ہوتے رہے ہیں۔

آٹھواں نسخہ

بظاہر معمولی سی بات ہے لیکن یہ اصول دکاندار کے لئے بہت اہم ہے کہ کوئی چیز جو خراب ہوچکی ہو یا اس کی میعاد گزر چکی ہو تو کبھی بھی اس بات کو گاہک سے پوشیدہ نہ رکھئے۔ میں کھوٹے سکّوں کو تلف کر دیا کرتا ہوں اور جس روز بھی چند آنے اس طرح تلف کرتا ہوں اس روز کھوٹے سکّوں کے عوض اللہ تعالیٰ بے شمار کھرے سکّوں سے میری جیب بھر دیتا ہے۔

نواں نسخہ

نواں نسخہ ایک ایسا وظیفہ ہے جو بلند درجے والوں کا ہی حصہ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہارِ تشکر ہے یعنی الحمدللہ کا وظیفہ۔ اس کو کئی دفعہ آزمایا واقعی رزق کی فراخی کا بڑا عجیب نسخہ ہے۔

دسواں نسخہ

یہ نسخہ روزانہ کا محاسبہ ہے۔ میری اگر ایک دن بِکری زیادہ ہو تو ضرور سوچا کرتا ہوں کہ یہ کیوں ہے؟ اور اگر کم ہوتی ہے تو پھر بھی سوچتا ہوں کہ یہ کیوں ہے؟ زیادتی یقیناً کسی نہ کسی نیک عمل کا نتیجہ ہوگی سوائے اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کے۔ اور کمی کسی غلطی یا کسی نہ کسی عمل میں کمزوری کا نتیجہ ہوگی۔

یہ سارے نسخے ایک مرکزی نقطہ کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور وہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات۔ آپ روپیہ کمائیں اور ساتھ اللہ تعالیٰ کے حصے کو بھی مدنظر رکھیں تو اس میں برکتیں ہی برکتیں نظر آئیں گی۔ مَیں نے ان وظیفوں سے روپیہ ہی نہیں کمایا بلکہ سخت پریشانیوں میں ان سے ڈھارس حاصل کی ہے۔ تکلیفوں میں راحت اور اداسی میں بشاشت پائی ہے۔ غلطیوں، کوتاہیوں اور گناہوں کے اندھیرے میں روشنی دیکھی ہے۔

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ 8/جون 2009ء میں شامل اشاعت مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب کے منظوم کلام سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

کیوں سر بگریباں ہو یارو کیا حال بنائے بیٹھے ہو
مدت سے بہاریں آ بھی گئیں تم آس لگائے بیٹھے ہو
جو شیش محل میں رہتے ہیں اک پتھر بس ہے ان کے لئے
پھر شیش محل میں نادانو کیوں ڈیرہ جمائے بیٹھے ہو
کیوں قسمت کو تم کوستے ہو کیا فائدہ رونے دھونے کا
کیوں تاج و تخت کی حرص میں تم ایمان لٹائے بیٹھے ہو
دیکھو کہ وہ حسنِ یارِ ازل کس شان سے ہے پھر جلوہ نما
تم ہو کہ پرانے قصوں کو سینے سے لگائے بیٹھے ہو
شبیر بڑے خوش قسمت ہو آزاد ہو دنیوی دھندوں سے
کس شوق سے کوچۂ جاناں میں تم دھونی رمائے بیٹھے ہو

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

11th May 2012 – 17th May 2012

Please note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday 11th May 2012

00:00	MTA World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Yassarnal Qur'an
01:15	Huzoor's Tours: tour of Benin
02:45	Japanese Service
04:20	Aaina
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 29th October 1996
06:05	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an
06:55	Huzoor's Tours: tour of Benin
07:55	Siraiki Service
08:35	Rah-e-Huda: rec. on 5th May 2012
10:05	Indonesian Service
11:05	Fiq'ahi Masa'il
12:00	Live Friday Sermon: delivered by Huzoor
13:15	Seerat-un-Nabi (saw)
13:50	Tilawat
14:05	Yassarnal Qur'an [R]
14:30	Bengali Service
15:35	Roohani Khazaa'in Quiz
16:00	Muslim Scientists
16:20	Friday Sermon [R]
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	MTA World News
18:20	Huzoor's Tours [R]
19:30	Beacon of Truth
20:25	Fiq'ahi Masa'il [R]
21:00	Friday Sermon [R]
22:15	Rah-e-Huda [R]

Saturday 12th May 2012

00:00	MTA World News
00:30	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Yassarnal Qur'an
01:10	Huzoor's Tours: tour of Benin
02:15	Friday Sermon: rec. on 11th May 2012
03:25	Rah-e-Huda: rec. on 5th May 2012
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 30th October 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:40	Al-Tarteel
07:05	Jalsa Salana Germany: address delivered by Huzoor on 15th August 2009
08:00	International Jama'at News
08:35	Story Time: Islamic stories for children
08:50	Question and Answer Session: recorded on 24th May 1997. Part 2
09:55	Indonesian Service
10:55	Friday Sermon [R]
12:10	Tilawat
12:20	Story Time [R]
12:40	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:10	Bengali Service
15:15	Hamara Aaqa
16:00	Live Rah-e-Huda
17:35	Al-Tarteel [R]
18:00	MTA World News
18:20	Jalsa Salana Germany [R]
19:20	Faith Matters
20:25	International Jama'at News
21:00	Rah-e-Huda [R]
22:30	Story Time [R]
22:45	Friday Sermon [R]

Sunday 13th May 2012

00:00	MTA World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
01:00	Al-Tarteel
01:30	Jalsa Salana Germany: address delivered by Huzoor on 15th August 2009
02:25	Story Time
02:50	Friday Sermon: rec. on 11th May 2012
04:05	Hamara Aaqa
04:50	Liqa Ma'al Arab: rec. on 31st October 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an
06:55	Gulshan-e-Waqfe Nau class
08:00	Faith Matters
09:10	Question and Answer Session: recorded on 12th January 1996. Part 2
10:00	Indonesian Service
11:00	Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon, delivered on 5th August 2011
12:15	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:35	Yassarnal Qur'an
13:00	Friday Sermon [R]
14:00	Bengali Service
15:10	Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor
16:20	Roohani Khazaa'in Quiz
16:50	Muslim Scientist
17:10	Kids Time
17:40	Yassarnal Qur'an
18:00	MTA World News
18:25	Gulshan-e-Waqfe Nau class [R]
19:30	Real Talk
20:40	Food for Thought: discussion on computers
21:15	Life of Khalifatul Masih III (ra)
22:15	Friday Sermon [R]
23:25	Question and Answer Session [R]

Monday 14th May 2012

00:00	MTA World News
00:15	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45	Yassarnal Qur'an
01:10	Gulshan-e-Waqfe Nau class
02:20	Food for Thought: discussion on computers
02:50	Friday Sermon: rec. on 11th May 2012
03:55	Real Talk
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 5th November 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel
07:00	Huzoor's Tours: tour of Benin
08:00	International Jama'at News
08:30	MTA Variety
09:00	Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat. Recorded on 23rd February 1998
10:00	Indonesian Service: Indonesian translation of Friday sermon delivered on 24th February 2012
11:00	Peace Symposium: held in Qadian
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:35	Al-Tarteel
13:00	Friday Sermon: rec. on 28th July 2006
14:00	Bengali Service
15:05	Peace Symposium [R]
16:10	Rah-e-Huda: rec. on 5th May 2012
17:40	Al-Tarteel
18:00	MTA World News
18:20	Huzoor's Tour [R]
19:05	MTA Variety [R]
19:40	MTA Variety: a weekend with the army
20:30	Rah-e-Huda [R]
22:00	Friday Sermon [R]
23:00	Jalsa Salana Speeches [R]

Tuesday 15th May April 2012

00:00	MTA World News
00:15	Tilawat
00:30	Insight: recent news in the field of science
00:40	Al-Tarteel
01:10	Huzoor's Tour: tour of Benin
02:05	Kids Time
02:40	Friday Sermon: rec. on 28th July 2006
03:40	Peace Symposium: held in Qadian
04:55	Liqa Ma'ald Arab: rec. on 6th November 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an
07:00	Jalsa Salana Germany: address delivered by Huzoor on 15th August 2009
08:00	Insight: recent news in the field of science
08:30	Land of the Long White Cloud
09:00	Question and Answer Session: recorded on 12th January 1996. Part 2
10:00	Indonesian Service
11:00	Sindhi Service: Sindhi translation of Friday sermon, delivered on 20th May 2011
12:10	Tilawat
12:25	Insight: recent news in the field of science
12:35	Yassarnal Qur'an
13:00	Real Talk
14:00	Bengali Service
15:00	Mosha'irah
15:50	Guftugu: discussion on historic Ahmadi events
16:20	Seerat-un-Nabi (saw) [R]
16:50	Le Francais C'est Facile
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	MTA World News
18:20	Jalsa Salana Germany [R]
19:30	Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 11th May 2012
20:30	Insight: recent news in the field of science
21:00	Guftugu [R]
21:30	Land of the Long White Cloud [R]
22:15	Seerat-un-Nabi (saw) [R]
23:00	Question and Answer Session [R]

Wednesday 16th May 2012

00:00	MTA World News
00:15	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Yassarnal Qur'an
01:20	Jalsa Salana Germany: address delivered by Huzoor on 15th August 2009
02:20	Le Francais C'est Facile
03:00	Land of the Long White Cloud
03:30	Guftugu
04:10	Seerat-un-Nabi (saw) [R]
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 7th November 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel
07:00	Jalsa Salana Germany: concluding address delivered by Huzoor on 16th August 2009
08:00	Real Talk
09:05	Question and Answer Session: Urdu session, recorded on 24th May 1997. Part 2
09:55	Indonesian Service
10:55	Swahili Service
12:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:15	Al-Tarteel
12:50	Friday Sermon: rec. on 11th August 2006
13:45	Bengali Service
14:50	Fiq'ahi Masa'il
15:20	Kids Time
15:50	MTA Variety
17:20	Al-Tarteel
17:55	MTA World News
18:15	Jalsa Salana UK [R]
19:20	Real Talk [R]
20:25	Fiq'ahi Masa'il [R]
21:05	Al-Tarteel [R]
22:10	Friday Sermon [R]
23:00	Intikhab-e-Sukhan: rec. on 12th May 2012

Thursday 17th May 2012

00:05	MTA World News
00:25	Tilawat
00:35	Al-Tarteel
01:10	Jalsa Salana Germany: concluding address delivered by Huzoor on 16th August 2009
02:10	Fiq'ahi Masa'il
02:40	MTA Variety
03:45	Faith Matters
04:55	Liqa Ma'al Arab: rec. on 12th November 1996
06:00	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an
06:55	Huzoor's Tours: tour of Benin
08:05	Beacon of Truth
09:00	Tarjamatul Qur'an class: rec. on 7th November 1995
10:00	Indonesian Service
11:05	Pushto Service
11:50	Tilawat & Dars-e-Hadith
12:20	Yassarnal Qur'an
13:00	Beacon of Truth [R]
14:00	Bengali Service: Bengali translation of Friday sermon delivered on 11th May 2012
14:50	Aaina
15:20	Intikhan-e-Sukhan: rec. on 12th May 2012
16:25	Tarjamatul Qur'an class [R]
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	MTA World News
18:15	Huzoor's Tours [R]
19:35	Faith Matters
20:35	Qur'an Sab Se Acha
21:05	Tarjamatul Qur'an class [R]
22:15	Aaina [R]
23:00	Beacon of Truth [R]

***Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).**

Translations for Huzoor's programmes are available.

Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org
Vol 19 Friday 04 May, 2012 Issue No. 18

نکاح کے موقع پر پڑھی جانے والی آیات میں عورت اور مرد کے لئے نکاح اور شادی کے اہم بندھن کو نبھانے کے لئے بڑی اہم باتوں کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔

خطبہ نکاح میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں ان میں پانچ مرتبہ تقویٰ کا ذکر ہے۔تقویٰ یہی ہے کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی برائی کو بھی بیزار ہوکر ترک کرنا، ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہوئے اختیار کرنا۔

ہمیشہ یادرکھنا چاہئے کہ زینت تقویٰ کا لباس پہننے سے ملتی ہے۔اورلباس تقویٰ ان کو میسر آتا ہے جو اپنے ایمانی عہدوں اورامانتوں کو اپنی تمام تر صلاحیتوں اوراستعدادوں کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک دوسرے کے لئے اپنی زبان، کان، آنکھ کا صحیح استعمال کروتو تمہارے مسائل کبھی پیدانہیں ہوں گے۔

رشتوں کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفو کا بھی خیال رکھو اور کفو میں بہت ساری چیزیں آجاتی ہیں۔

ماں باپ صرف خود هی خیال نہ رکھیں اپنے بچوں کو بھی رحمی رشتوں کا تقدس اور احترام سکھائیں۔

اس سوچ کے ساتھ عورت کو خاوند کے گھر جانا چاہئے اور اس سوچ کے ساتھ مرد کو عورت کو بیاہ کر لانا چاہئے کہ ہم نے اپنے وسیع تعلقات کو نبھانا ہے یعنی رشتوں کے آگے رحمی رشتوں کو بھی نبھانا ہے۔

حدیقۃ المہدی (آلٹن) میں جلسہ سالانہ یوکے 2011ء کے موقع پر 23/جولائی 2011ء بروز ہفتہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مستورات سے خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ-
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ -اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ
عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ-

یہ آیات جو آپ کے سامنے، اجلاس کے شروع میں تلاوت کی گئی تھیں یہ تین مختلف سورتوں کی آیات ہیں جو نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہیں۔ عام طور پر مردوں کی زیادہ تعداد نکاح میں شامل ہوتی ہے، اُن کو تو ان آیات کا پتہ ہے۔کم از کم یہ پتہ ہے کہ یہ آیات نکاح پر پڑھی جاتی ہیں۔ یہ مَیں نہیں کہہ رہا کہ اُن کو اس پر عمل کرنے کا بھی پتہ ہے۔لیکن خواتین بہت کم نکاحوں میں شامل ہوتی ہیں اُن کے سامنے اس کا مضمون بیان کرنے کے لئے مختصراً مَیں نے آیات کا انتخاب کیا تھا۔

ان آیات میں عورت اور مرد کے لئے نکاح اور شادی کے اہم بندھن کو نبھانے کے لئے بڑی اہم باتوں کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔پہلی اہم بات جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ تقویٰ ہے۔ ان آیات میں سے پہلی آیت سورۃ النساء کی ہے جیسا کہ آپ کو بتایا گیا۔ دوسری اور تیسری سورۃ احزاب کی آیات ہیں۔ چوتھی سورۃ الحشر کی آیت ہے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ سب سے پہلی بات جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ تقویٰ ہے۔ پہلی آیت میں تقویٰ کا لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ پھر دوسری آیت میں تقویٰ کا ذکر ہے۔ پھر چوتھی اور آخری آیت میں دو مرتبہ تقویٰ کا ذکر ہے۔ گویا کہ خطبہ نکاح میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں ان میں پانچ مرتبہ تقویٰ کا ذکر ہے۔اور ہر مرتبہ جب تقویٰ کا ذکر آیا ہے تو فرمایا: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو اور ساتھ ہی اس کے بعد ایک نئی ہدایت فرمائی کہ اس لئے تقویٰ اختیار کرو کہ یہ عمل تمہارے ہوں، اسلئے کہ یہ عمل تم نے سرانجام دینے ہیں، اس لئے کہ یہ اعمال ہیں جو تمہارے لئے اس بندھن کو نبھانے کیلئے ضروری ہیں۔

کل مَیں نے تقویٰ کا ذکر کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں تقویٰ کا بہت اونچا معیار دیکھنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ یہ تقویٰ کی جڑ ہی ہے جو انسان اگر اپنے اندر قائم کر لے تو اُسے سب کچھ مل جائے گا۔ نہ یہ دنیا کی جاہ وحشمت، نہ یہ دنیا، نہ یہ دنیا کا علم، سب کچھ کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ اگر ایک مومن اور مومنہ یہ سمجھتی ہے اور سمجھتا ہے کہ مَیں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے، یہ سمجھتا ہے کہ جو عہد میں دہرا رہا ہوں وہ اس لئے ہے کہ یہ میرے دل کی آواز بن جائے اور اس پر عمل کرنے والا بنوں تو اُس کی بنیاد تقویٰ ہے۔ اس کے بغیر نہ عہد پورے ہو سکتے ہیں، نہ ایک مومن اور مومنہ اپنے ایمان کی حالت کو قائم رکھنے والا بن سکتا ہے۔ اگر یہ قائم ہو جائے تو پھر دین بھی مل جائے گا اور دنیا بھی مل جائے گی۔ ایک انسان عورت ہو یا مرد جب ایمان کا دعویٰ کرتا ہے، مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو یقیناً اُس کی یہ خواہش ہوتی ہے اور سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے اور ہونی چاہئے کہ وہ خدا کو پالے تا کہ اُس کا دین سنور جائے اور اُس کی دنیا بھی سنور جائے۔ پس اگر خدا کو پانا ہے، اُس کی رضا کو حاصل کرنا ہے تو پھر تقویٰ پر چلنا انتہائی ضروری ہے اور تقویٰ یہی ہے کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی برائی کو بھی بیزار ہو کر ترک کرنا، ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہوئے اختیار کرنا۔ اور برائیوں کی تعریف یا نیکیوں کی تعریف خود انسان نے نہیں کرنی بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ پھر اُس کو اللہ تعالیٰ کے احکامات میں تلاش کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور سنّت میں تلاش کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو اس زمانے کے لئے امام بنا کر بھیجا گیا تا کہ اسلام کی حقیقی تعلیم لوگوں پر واضح کریں اُن کے ارشادات کو پڑھو اور نوٹ کرو اور اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرو کہ اُن میں سے کون کون سی ایسی باتیں ہیں جن سے ہمیں روکا گیا ہے، جو برائیاں ہیں۔ اور کون کون سی ایسی باتیں ہیں جنہیں کرنے کا ہمیں کہا گیا ہے جو نیکیاں ہیں اور اچھائیاں ہیں۔ صرف ان آیات میں تقویٰ کی تلقین نہیں کی گئی بلکہ قرآنِ کریم میں بیشمار جگہ پر اس کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے۔ اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے۔ اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حصنِ حصین ہے۔ ایک متقی انسان بہت سے ایسے فضول اور خطرناک جھگڑوں سے بچ سکتا ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہو کر بسا اوقات ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اپنی جلد بازیوں اور بدگمانیوں سے قوم میں تفرقہ ڈالتے اور مخالفین کو اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں''۔

(ایّام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 342)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط وخال ہیں اور ظاہر ہے کہ خداتعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں